

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ



# خدم الدین

شماره ۴۰۷

جلد ۱      ۹ ذیقعد ۱۳۷۲ھ مطابق یکم جولائی ۱۹۵۵ء      شماره ۷

## چند لکھنے والے

مولانا محمد ظفر الدین صاحب  
ابوالکلام آزاد مدظلہ العالی  
مولانا مقبول عالم بی. اے  
فضلا جالندھری

مولانا احمد علی صاحب  
میر دلاشت علی جیک آبادی  
صوفی عبدالحمید سرخس لاہور  
حاجی کمال الدین لاہور  
پہنہ دی عبدالرحمن خاں

زیر سرپرستی :-

شیخ التفسیر مولانا احمد علی مدظلہ العالی

شیر نوالہ دروازہ - لاہور

سالانہ ۱۱ روپے

ششماہی چھ روپے

میت

ہیک خد

## جو کہ ہر

## جمعۃ المبارک کو پابندی کے تحت شائع ہوتا ہے



## یکے از مطبوعات انجمن خدام الدین لاہور



پنجاب پبلشرز لاہور میں پتہ لاہور پبلشرز جمیپا اور دفتر خدام الدین شیر نوالہ دروازہ خالق ہوا



# دو روحانی ہریوں کی ضرورت

خطبہ ۲ ذیقعد ۱۳۷۶ھ از مفسر قرآن مولانا احمد علی صاحب خطبہ شیخ الوالیہ

برادران اسلام! آپ کو معلوم ہے کہ انسان جسم اور روح سے مرکب ہے۔ انسان پیدا ہونے کے بعد عاجز اور بے بس ہوتا ہے۔ نہ کھانے کا انتظام کر سکتا ہے۔ نہ پینے کا۔ نہ بول سکتا ہے۔ وغیرہ وغیرہ۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی عاجزی کو مد نظر رکھ کر باپ اللہ کی جسمانی تربیت کا ذمہ دار بنادیا ہے۔ کھانے اور پینے کی چیزوں کے ہضم کرنے کی طاقت اس کے معدے میں رکھی ہوئی ہے اور ماں باپ پکا کر اس کے مونہ میں ڈال دیتے ہیں۔ اور بچہ ماں باپ کی دی ہوئی غذا کی برکت سے جواں ہو جاتا ہے۔ وہ بچہ جو کس طرح بالکل عاجز اور بے بس تھا۔ آج وہ ایک طاقت ور۔ قوی میل۔ تومند جوان نظر آتا ہے۔ اسی ماں باپ کی جسمانی تربیت کا مندرجہ ذیل آیت میں ذکر ہے۔

قوله تعالى (واخفض لهما جناح الذل من الرحمة وقل رب ارحمهما كما ربياني صغيرا) سورة بنی اسرائیل رکوع ۳۱ پارہ ۱۷ ترجمہ اور ان کے سامنے شفقت سے عاجزی کے ساتھ جھکے رہو۔ اور کہو اے میرے رب جس طرح انہیں بچے بچپن میں پالا ہے۔ اسی طرح تو بھی ان پر رحم فرما۔

## اصلی مرتبی

انسان کا اصلی مرتبی تو اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ البتہ اس نے انسان کی جسمانی تربیت کا حق ادا کرنے میں۔ اس کے ماں باپ کو اپنا تمام مقام تجویز فرمایا ہوا ہے۔

## روحانی تربیت

جس طرح انسان کو جسمانی تربیت کے لیے ایک مرتبی کی ضرورت تھی ایسے ہی اسے روحانی تربیت کے لیے ایک مرتبی کی ضرورت تھی۔ جس طرح بچے کے معدے میں اللہ تعالیٰ نے غذا کے ہضم کرنے کی طاقت رکھی ہے۔ بشرطیکہ کوئی اسے کھلائے۔ اسی طرح انسان کی روحانیت کے اندر ایسی استعداد رکھی ہے کہ اگر اسے کوئی ہادی میسر آجائے۔ تو یہ اعمال صالحہ کے صحابین کی فہرست میں شامل ہو سکتا ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ نے اس کے اندر شہادۂ (جو اللہ تعالیٰ کے قرب کا ایک بڑا مقام ہے) کی استعداد رکھی

ہو۔ تو ممکن ہے کہ یہ شہادۂ کی فہرست میں شامل ہو جائے۔ اگر اللہ تعالیٰ نے اس کے اندر مقام صلیحیت کی صلاحیت رکھی ہو۔ تو ممکن ہے کہ ہادی کی صحبت میں مقام صلیحیت پر پہنچ جائے۔ ان تین مرتبوں کے علاوہ اور بھی قرب الہی کے بے شمار مراتب ہیں۔

## سب سے پہلا ہادی

انسان کے لیے سب سے پہلا ہادی اور مرتبی پیغمبر خدا ہوتا ہے۔ چنانچہ اس سلسلہ میں رحمۃ اللعالمین علیہ الصلوٰۃ والسلام سے پہلے ایک لاکھ تیش ہزار نبیوں نے اپنے پیغمبر اسی غرض کے لیے اللہ تعالیٰ سے بھیجے تھے۔ اس مقدس سلسلہ میں سب سے آخری دنیا میں ظہور کے لحاظ سے اور سب سے اول مرتبہ کے لحاظ سے سید المرسلین خاتم النبیین رحمۃ اللعالمین علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں۔

## نبی کے فرائض

قرآن مجید میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چار فرائض سیرۃ جمعہ میں ذکر کئے گئے ہیں۔ قوله تعالى (هو الذي بعث في الامم رسولاً منهم يتلو احاديثاً ويزكيهم ويعلمهم الكتاب والحكمة) الاية سورة المائدہ رکوع ۱۰ پارہ ۲۵ (ترجمہ) وہ اللہ کی دی ہے جس نے ان بڑھوں میں انہیں میں سے رسول بھیجا۔ جو ان پر اسکی آیتیں پڑھتا۔ اور انہیں پاک کرتا ہے۔ اور انہیں کتاب (قرآن مجید) اور عقلندی سکھاتا ہے۔

## حاصل

یہ نکلا۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چار فرائض انجام دیتے ہیں۔ حضرت جبریل علیہ السلام سے قرآن مجید کی آیتیں سن کر صحابہ کرام کو پڑھ کر سنا دیتے ہیں حضور اندر کے بعد اب یہ فرض حفاظت قرآن مجید ادا کرتے ہیں جو انہوں نے اپنے اساتذہ سے سیکھا ہے۔ وہ آگے پہنچا دیتے ہیں۔ دوسرا فرض آپ یہ ادا کرتے ہیں کہ آپ کی پاک صحبت میں صحابہ کرام روحانی امراض سے شفا پاتے ہیں۔ نہ ان میں شرک رہتا ہے نہ کفر رہتا ہے۔ نہ فخر رہتا ہے نہ دباؤ رہتا ہے۔ نہ عجب اور خود پسندی رہتی ہے۔ غرضیکہ تمام روحانی امراض سے انہیں شفا ہو جاتی ہے۔

مثلاً حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو رحمتہ للعالمین کے دربار سے حضور کے بعد نامزد خلیفہ ہیں۔ اور حضور انور فرماتے ہیں۔ کہ اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو عمر ہوتا۔ اور جن کے فضائل میں یہ تفصیلات ہیں کہ اگر عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ آج بھی ہوں۔ تو شیطان اس راستہ سے ہٹ جاتا ہے۔ وغیرہ وغیرہ۔

ایسے فضائل باب صحابی کی بے نفسی کی حالت ہے کہ حضرت خذلقہ بن ابیہان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سوجن کے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعض راز کی باتیں ہوتی تھیں (پوچھتے تھے) کہ میرا نام منافقین کی فہرست میں تو نہیں ہے۔ اور آپ کے مناقب و فضائل ملاحظہ فرمائیے۔ اور ادھر ان کی کسر نفسی کی یہ حالت ہے۔ یہ سب حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی فیض صحبت کے نتائج حسنہ میں سے۔

صدقے میں تیرے ساقی مشکل آسان کر دے  
مستی مری مٹا دے خاک بے جان کر دے

## تیسرا فرض

رحمۃ اللعالمین علیہ الصلوٰۃ والسلام کا تیسرا فرض قرآن مجید کی تعلیم ہے۔ آپ قرآن مجید کے معکم میں۔ معلم اور متعلم میں یہ فرق ہے کہ متعلم یا طالب علم کہنے کے لئے اس کتاب کا مطلب سمجھنے میں۔ جو خشک و شبہ طبعیت میں آتا ہے۔ وہ معلم کے سامنے پیش کر دیتا ہے۔ اور معلم خدا داد قابلیت کے لحاظ سے متعلم کے تمام خلوک و شبہات کا جواب دیتا ہے۔ اور بالآخر کتاب مضمون ذہن نشین کر دیتا ہے۔ تاہم قرآن مجید کے ذمہ یہ فرض عائد نہیں ہوتا۔ مثلاً حفاظ سارا قرآن مجید تراویح میں مقتدیوں کو سنا دیتے ہیں۔ حالانکہ ان میں سے اکثر جاہل ہوتے ہیں۔ قرآن مجید کی ایک آیت کا بھی ترجمہ نہیں جانتے۔ لہذا تاہم اور چیز ہے اور معلم ہونا اور چیز۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی بحیثیت معلم ہونے کے سوا کچھ نہیں ہے۔

لیکن نک من الخمر والطییس (سورۃ البقرہ رکوع ۲۵) پارہ ۲۷ (ترجمہ) آپ سے شراب اور بونے کے متعلق پوچھتے ہیں (لیکن نک من الخمر والطییس) سورۃ البقرہ رکوع ۲۵ پارہ ۲۷ (ترجمہ) اور انہوں نے سورۃ البقرہ رکوع ۲۵ پارہ ۲۷ (ترجمہ) اور آپ سے حیض کے بارے میں پوچھتے ہیں۔ علیٰ مذاقیق

## چوتھا فرض

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں صحابہ کرام کی عقلندی اور دانشمندی کی بھی تکمیل ہوتی ہے اسی عقلندی کی قابلیت کا نتیجہ تھا کہ جس طرف بھی صحابہ کرام نے رخ کیا نصرت الہی لکھے ساتھ ہوتی تھی۔ اور دنیا کے تمام بڑے بڑے عقلا و ہریران میں ان سے شکست کھاتے تھے (باقی صفحہ ۷۱ پر)



# خدا مرالدین

جلد ۱ جمعہ ۹ ذیقعد ۱۳۷۲ھ مطابق یکم جولائی ۱۹۵۵ء نمبر ۲

## دستور ساز اسمبلی

اگست ۱۹۴۷ء میں جب برصغیر ہندوستان کی تقسیم ہوئی اور مملکت خدا داد پاکستان معرض وجود میں آئی تو اس کے حصہ میں بھی ایک دستور ساز اسمبلی آئی۔ جس کے اراکین تقسیم سے پہلے منتخب کئے گئے تھے۔ یہ اسمبلی تقریباً سات سال تک اچھا یا بُرا کام کرتی رہی۔ اسی نے تقریباً ڈیڑھ سال بعد شہرِ آفاق قرار داد مقاصد پاس کر کے پاکستانی عوام کے اندر امید کی جھلک پیدا کر دی کہ شاید جس مقصد کے لیے پاکستان حاصل کیا گیا تھا وہ پورا ہونے والا ہے۔ یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ قرار داد مقاصد اس اسمبلی کا ایک زریں کارنامہ ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ قرار داد مقاصد پاس کرنے کے بعد ہمارے برسرِ اقتدار طبقہ کی نیکیوں میں کچھ فتور آگیا۔ جس کی وجہ سے کتاب و سنت کی روشنی میں دستور سازی کا کام معرض التواء میں پڑ گیا۔ حالات نے پھر پٹا کھایا اور بنیادی اصولوں کی کمیٹی کی رپورٹ نے پھر کتاب و سنت کے مطابق دستور سازی کے کام میں از سر نو جان ڈال دی۔ ابھی دستور سازی کا کام مکمل نہ ہونے پایا تھا کہ گورنر جنرل نے بیک جنبشِ قلم اکتوبر ۱۹۵۲ء میں اس اسمبلی کو غیر نمائندہ قرار دے کر توڑ دیا۔ اس وقت سے لے کر اب تک حکومت نئی دستور بنانے کی فکر میں تھی۔ مگر آپس کی ریشمی کے باعث مقدمہ بازی کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ جس کی وجہ سے حکومت کو اسمبلی کے متعلق سب کام ملتوی کرنے پڑے۔ خدا خدا کر کے تمام مراحل طے ہوئے اب انتخابات بھی ہو چکے ہیں۔ اور ۷۲ ممبروں کی نئی دستور ساز اسمبلی کا پہلا اجلاس ۱۶ جولائی ۱۹۵۵ء کو گیارہ بجے قبلِ دہر مری میں منعقد ہو رہا ہے۔ اس ایوان کے

اندر مختلف گروہوں کی نمائندگی مندرجہ ذیل نقشہ سے واضح ہوگی۔

- (۱) مسلم لیگ .. .. ۲۵
- (۲) متحدہ محاذ .. .. ۱۶
- (۳) عوامی لیگ .. .. ۱۲
- (۴) اقلیت .. .. ۱۱
- (۵) نون گروپ .. .. ۳
- (۶) انڈی پنڈٹ .. .. ۲
- (۷) کمیونسٹ .. .. ۱
- (۸) آزاد پاکستان پارٹی .. .. ۱
- (۹) حزبِ مخالف پنجاب

۷۲ کے ایوان میں مسلم لیگ کو اکثریت حاصل نہیں۔ اگر سہروردی صاحب کے اثر و رسوخ سے ۱۲ عوامی لیگی ان کے ساتھ مل جائیں تو بھی ان کی معمولی سی اکثریت ہو جاتی ہے۔ مرکزی لیگی حکومت اس کوشش میں ہے کہ وہ متحدہ محاذ کو بھی اپنے ساتھ ملائے۔ اس کے لیے ان کا ایک نمائندہ مرکزی وزارت میں لیا جا رہا ہے۔ مرکزی وزارت پہلے ہی خالص لیگی نہیں رہی۔ اب تو یہ بالکل کولیشن وزارت ہو جائے گی۔ خیر یہ اچھا اقدام ہے۔

نئے اراکین میں اکثر و بیشتر دی لوگ ہیں۔ جو کئی دفعہ قوی لحاظ سے نااہل ثابت ہو چکے ہیں۔ ان سے بہتری کی امید رکھنا فضول ہے۔ تجربہ شاید ہے کہ ہمارے رہنماؤں کے قول و فعل میں اکثر تضاد ہوتا ہے۔ وہ جو کچھ کہتے ہیں نہ ان کا وہ مطلب ہوتا ہے۔ اور نہ ہی اس کے مطابق وہ عمل کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ ان حالات میں وزیرِ اعظم کی ڈھاکہ والی تقریر جس میں کتاب و سنت کے مطابق آئین بنانے کی امید دلائی گئی ہے۔ پر بھی اعتماد نہیں کیا جاسکتا۔ وقت خود ہی فیصلہ کر دے گا۔ کہ ہمارے رہنما اپنے وعدہ دہی میں کہاں تک مخلص ہیں۔ ہماری دل دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو اپنے قول کے مطابق عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے

## ہندو پاکستان کا نہری پانی کی متعلق تصفیہ

ہندوستان کے بہت سے حل طلب مسائل عرصہ تقریباً آٹھ سال سے دونوں کے درمیان کشیدگی کا باعث بنے ہوئے ہیں۔ اس دوران میں دونوں ممالک کے رہنما ان کو حل کرنے کی ہر ممکن کوشش کرتے رہے ہیں، الحمد للہ کہ ان میں سے اکثر کے متعلق آپس میں سمجھوتہ ہو چکا ہے چند موٹے موٹے مسائل رہ گئے ہیں۔ امید ہے کہ خدا کے فضل و کرم سے ان کے متعلق بھی کوئی نہ کوئی تصفیہ جلد یا بدیر ہو جائے گا۔ کیونکہ دونوں ممالک ایک دوسرے کے محتاج ہیں اور باہمی گفت و شنید سے تمام مختلف فیہ مسائل کو حل کرنے کے سوا کوئی چارہ کار نہیں۔ ان مسائل میں سے ایک نہری پانی کا مسئلہ تھا۔ عالمی بینک دونوں کے درمیان سمجھوتہ کرانے کی کوشش میں لگا ہوا تھا۔ الحمد للہ۔ عارضی سمجھوتہ کرانے میں وہ کام ہو گیا ہے۔ اس سمجھوتے کا مقصد یہ ہے کہ پاکستان کو فضلِ خلیف کے لیے پانی جتیا ہو سکے۔ مستقل سمجھوتے کے لیے کوشش جاری رہے گی۔ عالمی بینک اس کے لیے عنقریب نئی تجاویز پیش کرے گا۔ اس کے متعلق ابھی تک ہندوستان کی حکومتوں کی طرف سے کوئی سرکاری اعلان شائع نہیں ہوا۔

بحیثیت مسلمان کے یہ جھگڑا ہماری سمجھ سے باہر ہے۔ پانی خدا کا پیدا کردہ دریا خدا کے ہاتھ سے ہوتا ہے۔ ان پر کسی ملک کا قبضہ کر کے اس کو دوسرے کو محروم کرنا زبردستی نہیں تو اور کیا ہے۔ سچ ہے جس کی لاشی اسی کی بھینس۔

## افغانستان اور پاکستان کا جھگڑا

عرصہ سے دونوں ممالک کے تعلقات گتھڑے چلے آ رہے تھے۔ اس سال کی ابتداء میں تو یہ کشیدگی اتنی زیادہ ہو گئی کہ دونوں کے سفارتی تعلقات منقطع ہو گئے۔ سعودی عرب اور مصر کی حکومتیں اس جھگڑے کو تپانے کی کوشش کر رہی ہیں۔ ان کا یہ اقدام قرآن کے حکم کے عین مطابق ہے۔ خدا کرے کہ کوئی سمجھوتہ کی صورت پیدا ہو جائے۔ اگر سمجھوتہ نہ ہو سکے تو قرآن کے حکم کے ماتحت

(باقی مشاہیر)



# نیکو بدی

(از میز ولایت علی صاحب جیک آبادی)

ہر کس نہ نشاندہ راز است و گرنہ  
اینہا ہمہ راز است کہ معلوم عوام است  
دنیا میں جتنے کام ہو رہے ہیں وہ تمام کام صرف  
نیکو یا صرف بدی ہی نہیں ہیں بلکہ بہت سے کام نیکو  
یا بدی کے صرف مقدمات ہیں۔ اور کچھ ایسے بھی ہیں  
کہ ان کا صحیح استعمال نیکو اور غلط استعمال بدی کا مفقود  
بن جاتا ہے۔ نیکو و بدی کی ایک سیدھی سادی  
تعریف یہ ہے کہ۔

”ہر وہ کام جو قیام امن و ترقی کے لیے ہے وہ نیکو  
ہے اور ہر وہ کام جس سے امن میں خلل پڑے یا ارتقاء  
انسانیت میں رکاوٹ ہو وہ بدی ہے۔“

مثلاً امانت، دیانت، احسان و امانت وغیرہ بالذات  
نیکو ہیں۔ اور قتل، چوری، دغا بازی، حرام کاری  
وغیرہ بالذات بدی ہیں۔ مقدمات و متعلقات کی تعریف  
یہ ہے کہ وہ کام جو اگرچہ بذات خود نہ امن افزا ہو  
نہ امن سوز، مگر بالآخر ان کا انجام امن یا خلل  
شرعیت کی زبان میں انہیں حلال، حرام، مباح  
مکروہ، جائز، ناجائز۔ واجب و نفل وغیرہ کہا جاتا ہے  
صحابان شریعت کی نگاہ بڑی تندرست ہوتی ہے۔  
اس لیے ان کاموں کو جو نیکو پر منتج ہونے والے  
ہوتے ہیں لازم قرار دیتے ہیں۔ اور جو کام نقصان  
کی طرف لے جانے والے ہوتے ہیں ان سے منع  
کر دیتے ہیں۔ گو وہ بذاتہ اچھے یا بُرے نہیں ہوتے  
مثلاً عقائد، نماز، روزہ، حج وغیرہ۔ انسان کو نیک بنانے  
کے ذرائع ہیں۔ اس لیے یہ لازم قرار دیئے گئے ہیں۔  
اور بدکاروں سے میل جول۔ بدکاروں کی صحبت  
ظالموں سے دوستی۔ غیر محرموں سے منہی، دل لگی  
شراب، جوا، ناچ، رنگ، بھانا، بھانا وغیرہ بدی کی  
طرف لے جانے والے اسباب ہیں۔ اس لیے ان سے  
منع کیا گیا ہے۔ وضاحت مفہوم کے لیے چند مثالیں  
درج ذیل ہیں:-

(۱) نماز یعنی کسی خاص طرف من کرنا اور کسی مخصوص  
طریقہ پر خدا کو یاد کرنا۔ یہ کام فی نفسہ نیکو نہیں  
ہے۔ بلکہ نیکو پر لے جانے کا ذریعہ ہے خود واضح  
نے اس کا مقصد واضح کر دیا ہے کہ نماز بے حیائی  
اور نفاق وغیرہ بُرے کاموں سے روکتی ہے  
اور اس کی وضاحت بھی کر دی گئی ہے۔ کہ اگر

نماز سے مقصد نماز پورا نہ ہو۔ بیٹیوں، بیسوں  
سے ہمدردی کے جذبات اچانک نہ ہوں تو ایسی  
نماز میں وہ محض ایک دھوکہ دکھاوا ہیں۔ یہ  
اللہ کی عبادت نہیں بلکہ آبائی رسم کی عادت ہے  
ایسے نمازیوں کے لیے دلیل مقدر ہے۔ بجائے  
فلاح پانے کے لٹے نقصان پاتے ہیں۔ دیکھ  
لیجئے کہ دنیا میں ایسا ہی جو رہا ہے

(۲) روزہ ایک مخصوص طریقہ کا فائدہ۔ اس سے محض  
بھوک کی تکلیف دینا مقصد نہیں ہے۔ بلکہ  
جسمانیت میں مست رہنے والے انسان کی قوی  
روح کی طرف پھیر کر جذبات ہمدردی و امانت  
کی تربیت کرنا ہے۔ اس لیے اس کو لازم قرار  
دیتے ہوئے لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ فرمایا گیا ہے۔  
پس روزہ بھی کسی نیکو کی تیاری ہے۔ اگر روزہ  
دار مقصد روزہ کو پورا نہ کرے تو ظاہر ہے  
کہ وہ ایک ایسا فعل ہوگا۔ جیسے کسی جانور کا منہ  
بند کر دیا جائے۔

(۳) حج مرکزی مقام پر سالانہ اجتماع کا نام ہے۔  
ایک ہی مقام پر بہ یک وقت جمع ہو کر امرِ حق  
کی ہدایات حاصل کرنا بے شمار فوائد کا حامل  
ہے۔ قیام کعبہ کی غرض ہی ہُدًی لِلْعَالَمِینَ  
کہی گئی اور اس سفر میں چند اصدیوں کی عملی  
تعلیم و ٹریننگ اور مختلف فوائد کے تذکرہ کے  
باوجود خَیْرَ التَّوَارِیْثِ التَّقْوٰی بھی فرمایا گیا ہے۔  
گو یہ اس چھوٹے سفر سے میل ملاپ محبت  
و ہمدردی کے جذبات کو بیدار کر کے آخرت  
کے بڑے سفر کے لیے توشہ تیار کرنا ہے۔  
کہ اگر اس سے رفتار زندگی درست اور عاقبت  
کا توشہ تیار نہ ہو۔ یعنی حاجی سے پانچ پن نہ  
چھوٹے تو ایسا رسمی حج سوائے تفتیح اوقات  
و نقصان رقم کے اور کیا ہے۔ حج کی عملی تعلیم  
کی و مباحث مطلوب ہو تو میری کتاب اسلامی  
تعلیمات میں مضمون تاثرات حج ملاحظہ ہو جو  
امام علیہ السلام پر سے مل سکتی ہے۔

(۴) قربانی بطریقہ مخصوص بہ تعین آیام ذبیحہ جانور  
کا نام ہے۔ اس کا تذکرہ احکام حج کے ساتھ آیا  
ہے۔ اور صفات و مزیج طویر پر کہ دیا گیا ہے کہ

قربانی کا گوشت اور خون خدا کو نہیں پہنچتا۔ اس کا مقصد  
پیرانہ ہو تو وہ محض ایک فعل عبث ہے۔  
(۵) نہرِ حوٹہ۔ یہ اسلامی سلطنت کا مخصوص ٹیکس ہے۔  
جو بیت المال یعنی خزانہ میں جمع کر کے فقرا و مساکین  
کی ضروریات اور سلطنت کے استحکام کے لیے  
صرف کیا جاتا ہے۔ یہ ظاہر ہے کہ حکومت  
امن اور تحفظ کا سب سے بڑا ذریعہ ہے اس  
لیے اس کا استحکام بھی شدید ترین ضرورت ہے۔  
اگر کوئی حکومت امن و سکون برقرار رکھنے کی  
صلاحیت کھو دے تو وہ بلا در رعایت فوراً  
بدکاروں سے چھین کر نیکوں کے سپرد کر دی  
جاتی ہے۔ غرض نفسِ زکوٰۃ میں جو انفرادی  
حیثیت کی حامل بن جائے فی نفسہ نیکو نہیں ہے  
بلکہ اجتماعی نیکو کا ذریعہ ہے۔ اس سے بھی اگر  
اجتماعی مفاد کا کام نہیں لیا گیا تو شیرازہ قوی کی  
ابتری و پرانگی روز روشن کی طرح عیاں ہے۔  
(۶) بوجہ: تحفظ عصمت و عفت کا ذریعہ ہے۔  
محض بے پردگی فی نفسہ کوئی بدی نہیں ہے۔  
ہر بے پردہ عورت کو بے عصمت نہیں کہا جاسکتا۔  
ہزار ہا بے پردہ عورتیں ایسی ہیں جو تحفظ عصمت  
کے ساتھ سبھی کاموں میں مردوں کا ہاتھ بٹا  
کر انسانیت کی ترقی کا موجب ہوتی ہیں۔ ان کے  
تو مردوں کو سبق لینا چاہئے کہ وہ صنفِ نازک  
ہو کر بھی صنفِ قوی کو کارزارِ حیات میں پیچھے چھل  
رہی ہیں۔

پردہ کا ایک دوسرا رخ یہ ہے کہ خاندان کے  
یا بزرگانہ سلسلے کے بہت سے ایسے لوگوں کے  
سلسلے سے پردہ کر دیا جاتا ہے۔ جن سے بے پردہ  
ہونا فقراً جائز نہیں ہے۔ خرابی کی بڑھ کر اکثر ہی ہوتا  
کرتا ہے۔ ظاہر کچھ اور باطن کچھ کے منافی  
افعال ہی بہت زیادہ خطرناک ہوتے ہیں۔ قیصری  
اور اہم ترین بات یہ ہے کہ رب العالمین نے  
عالم کی تمام عورتوں کو پردہ کرنے کا حکم ہی نہیں دیا  
ہے۔ کیونکہ وہ جانتا ہے کہ ممکن العمل ہے۔ دنیا  
اپنے اپنے رواج و مصالح پر جاری ہے۔ اس  
کے اسی طرح چلنے میں کوئی ہرج نہیں ہے۔  
اس میں خواہ مخواہ دو فریق بن کر اپنے رواج کو  
حلال اور دوسرے کے رواج کو حرام قرار دینا  
بندوں کا کام نہیں ہے۔ اس لیے انھیں پرہیز  
کرنا چاہئے۔

(۷) ناچ و گانا بھانا وغیرہ فی نفسہ بدی نہیں ہیں۔  
صرف کھیل تماشے اور محنت سے تھکے ہوئے  
دامغوں کے لیے عذیب تفریح۔ یہ اخیل جب  
تک تفریح کے حدود میں رہیں ورنہ گدے لائق  
(باقی صفحہ ۱۰)



# محور علم

صلی اللہ علیہ وسلم

از جناب صوفی عبدالحمید سرخوش ٹیچر گورنمنٹ سنٹرل مڈل اسکول لاہور

فلک کو تازہ ہے جس پر وہ ہر مہربانی تم ہو  
محمد مصطفیٰ محبوب رب العالمین تم ہو  
قدم فرما ہوا جو عرش اعظم قاب قوسین تک  
وہ نورِ اولیں تم ہو وہ ختم المرسلین تم ہو  
شہ شمس الضحیٰ ماہِ عرب اور ہادی اعظم!  
رؤف المومنین تم ہو رحیم المسالین تم ہو!  
ترے دامن سے لگ کر خاک بھی افلاک پر پہنچے  
زمین پر عرش اعظم کے لیے حبسِ المتین تم ہو  
مشامِ جاں معطر ہے گلِ باغِ مدینہ سے  
نسیمِ جاں فزا نے بزمِ امکاں بالیقین تم ہو  
وسیلہ سے تمہارے رابطہ حق سے ہوا قائم  
خدا شاہد بشر کے واسطے روحِ الایم تم ہو  
شہا امت کو گھیرا ہے مسلسل یاس و حراں نے  
امیدیں جس سے وابستہ ہیں وہ حبسِ المتین تم ہو  
یہی امت ہے نذر تفرقہ حبیبِ تشدیت بھی  
جسے دعویٰ ہے عالم کے لیے حصن حصین تم ہو  
دل و جان سرخوش خاکِ پاکیا چیز ہے مولا  
جھلک پر دو جہاں قرباں ہیں وہ درِ نہیں تم ہو



# مجلس

مرتبہ چوبیسویں عبدالرحمن خان

آج مؤرخہ یکم ذیقعد ۱۳۷۴ مطابق ۲۳ جون ۱۹۵۵ء کو مذکور کے بعد محترمہ منشا و مرشدنا حضرت مولانا احمد علی صاحب مدظلہ العالی نے مندرجہ ذیل تقریر فرمائی :-

## تعلیم صحیح اور صحبت

الحمد للہ کفی وسلام علی عبادہ الذین اصطفی۔ آئیے جس کام کے لیے اللہ تعالیٰ نے انسان کو پیدا کیا ہے۔ اس کی تکمیل کے لیے دو چیزوں کی ضرورت ہے۔ جس کو یہ دو چیزیں پسترا گئیں وہ مقصد حیات کو پہنچ گیا۔ مقصد زندگی اللہ تعالیٰ کی بندگی ہے۔ اس مقصد کے حصول کے لیے انسان کو جن چیزوں کی ضرورت ہے۔ وہ صحیح تعلیم اور صحبت اور نیا دلتہ ہیں۔ اسی لیے حضور نے فرمایا :-

تَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ وَاسْتَعِذْ بِاللَّهِ إِنَّ اللَّهَ هُوَ مَوْلَا الْمُؤْمِنِينَ

علم قال اللہ وقال الرسول کا ہمارا واس علم کے حامل کی صحبت اکبر کا حکم رکھتی ہے۔

یاد رکھئے کہ شیخ کامل کی صحبت کے بغیر تکتم بہا ہو ہی نہیں سکتا۔ کسی نے ٹھیک کہا ہے کہ بے میوہ زمیوہ رنگا گیز

بعض ائمہ کے بڑے جاح بھی ہوتے ہیں وہ

قال اللہ وقال الرسول۔ فاضل اور

باطن کے کامل اہل ہوتے ہیں۔ جیسے ہمارے سلسلہ

عالیہ دیوبندیہ میں آج تک چلا آ رہا ہے۔ شیخ الحدیث

حضرت مولانا حسین احمد صاحب مدنی مدظلہ العالی

ظاہر کے فاضل اہل اور باطن کے کامل ہیں۔ ان سے

پہلے شیخ الحدیث حضرت مولانا انور شاہ صاحب

کشمیریؒ کی ہر کے فاضل اہل اور باطن کے کامل تھے۔

ان دونوں سے پہلے حضرت شیخ الحدیث مولانا

محمود الحسن صاحب۔ اور ان سے پہلے بانی دارالعلوم

دیوبند حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی حضرت

مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی جامع تھے۔ جس کے

اللہ کتاب و سنت کا رنگ چڑھا ہوا ہوگا۔ وہی

وہ سرورِ پیمان کا رنگ چڑھا سکتا ہے۔ اگرچہ فی الواقع

کچھ تو جانے دیجئے۔ ان کے نصاب تعلیم میں کتاب

سنت کا نام ہی نہیں ہے۔ اب یہ کچھ اہل دونوں

کا نام لینے لگے ہیں مگر قرآن سے ڈرتے معلوم ہوتے

ہیں۔ مدارس عربیہ کے فارغ التحصیل حضرات کی تعداد بہت تھوڑی ہے۔ ان میں سے بھی بعض کو علم سیتا ہے مگر صحبت نصیب نہیں ہوتی۔ اسی وجہ سے ان کے اندر روحانی بیماریاں موجود ہوتی ہیں۔ حسد۔ کبر۔ عجب۔ جاہ طلبی وغیرہ روحانی بیماریاں ہیں جو شیخ کامل کی صحبت میں دور ہوتی ہیں۔

ایک دفعہ دورہ تفسیر کے بعض علمائے کرام کو بچا ہوا سالن ملا تو انہوں نے دونوں بچوں کے حصے کا سالن چھین کر کھا لیا۔ یہ دیکھ کر انہیں تو اور کیا ہے۔ اس میں ان میں تو تو میں میں سے بچہ کہ ہاتھ پائی تک نہ پونچھی۔ مجھے کوئی پتہ نہیں۔ اچھے دن مستری جرم بخش مرحوم نے مجھ سے اس کا ذکر کیا تو تحقیق کرنے پر معلوم ہوا کہ واقعی جھگڑا ہوا ہے۔ میں نے علمائے کرام کو جا کر سمجھایا کہ آپ نے یہ نہ سوچا کہ اس لڑکی میں بے عزتی کس کی ہوتی؟

بادمچوں کی نہیں بلکہ آپ کی بے عزتی ہوتی ہے۔

ایک دن بعض علمائے کرام نے باسی روٹی میرے

سامنے لاکر پیش کی کہ ہمیں یہ کھانے کو ملتی ہے۔ میں نے

بتایا کہ ایک دفعہ میری بیوی بیمار تھی۔ روٹی نے باسی

ٹکڑے لاکر میرے سامنے رکھ دی۔ جو کئی دنوں کے جمع

شدہ تھے۔ اور ان میں نقص پیدا ہو گیا تھا۔ اور طبیعت

قے کی طرف اٹکی ہو رہی تھی۔ لیکن میں نے نقص کو بھانپا

کہ روز تازہ روٹی کھاتے تھے آج اللہ نے ہا سی

بھجوائی ہے یہی کھانی پڑے گی۔ میرے دادا بچہ

کے ہاں ایک دن کوڑوا خر بوڑھا آیا۔ سارا خر کھا

گئے۔ ایک بھانگ خادم کو دے کر فرمایا کہ کو بھاتی

تم بھی کچھ لو۔ یہ نہ کہنا کہ آج مجھے حصہ نہیں ملا۔ اس

نے زبان پر رکھا تو تھو تھو کر نے لگا۔ آپ نے

فرمایا کہ روز جو میٹھے بھجواتا تھا اس نے آج کوڑوا

بھجوا دیا تو غصہ کیا۔ میں نے دادا پر رحم کا واقعہ سنا

ہوا تھا۔ اس لیے نفس کو زبردستی باسی روٹی کھلائی

اللہ والوں کی تو یہ حالت ہوتی ہے کہ وہ حقیقت

حال بھی کسی سے نہیں کہتے کہ اس میں اللہ کی شکایت ہو جاتی ہے۔ حکایت اہل شکایت فدا اللہ

ایک دفعہ ملائے کرام نے شکایت کی کہ ہمیں جو بھری

کھلائی جاتی ہے وہ تو بیل بھی نہیں کھاتے۔ میں نے

آئندہ کے لیے بھری بند کر دی اور وال باخالی گوشت

پکانے کے متعلق ہدایات دیدیں۔

ایک دن میری بیوی نے بلا تک قرین کا سالن

میرے آگے لاکر رکھ دیا۔ میں چپکے سے کھا لیا۔ ایک

دفعہ غلطی سے رات کے اندھیرے میں بیوی نے اس

برتن میں شوربا ڈال دیا۔ جس میں نمک کی چوٹی تھی نمک

زیادہ ہو گیا لیکن میں کھا گیا۔ آج کا نازہ واقعہ ہے

ایک بچی نے میٹھی پھڑی دیکائی۔ وہ کہیں بھکی اور

کہیں بیٹھی تھی۔ میں نے کھالی اور کسی سے کچھ نہیں

کہا۔

میری شادی کو چالیس سال سے زیادہ ہو گئے

ہیں۔ مگر میں کبھی اپنی بیوی سے نہیں لڑا۔ رسول اللہ

کا حکم ہے کہ کھانا پینا لے کر کھاؤ اور نہ آئے تو

مرمت کھائیے۔ نقص نہ کھائے۔ یہ میرے حضرت کا

کمال ہے کہ انہوں نے انانیت کا کاشا نکال کر رکھ

دیا ہے۔ میں جب وہی میں رہتا تھا تو ایک دن گھر

میں مجھے ایک خیال فاسد آیا۔ میں نے اللہ کے

فضل سے اس کو رو کر دیا۔ تھوڑی دیر بعد بیوی نے

بازار سے کچھ سودا لانے کی فرمائش کی۔ میں سودا

لینے بازار گیا۔ وہاں پر بڑی بھڑکتی۔ میں ایک

طرف کھڑا ہو گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد ایک کتا

آیا اس نے مجھے پٹلی پر کاٹا جا بڑا۔ مگر اللہ تعالیٰ

نے مجھے بچا لیا۔ یہ اس خیال فاسد کی تصویر تھی

چونکہ میں نے اللہ کے فضل سے اس کو رو کر

دیا تھا اس لئے میں کہنے کے بدلے سے محفوظ

رہا۔

مناں سٹول جیل میں بعض علمائے کرام باوجودی کو ڈنٹے

کہ سالن میں یہ نقص ہے۔ میں نے ان کو حضور کا

ایک حکم سنایا تو وہ کہنے لگے کہ گھر میں لڑکیوں کو بھی

ڈانٹتے ہیں

بندہ جس کام کے لیے آیا ہے اسکی تکمیل کے لیے

دو چیزوں کی ضرورت ہے علم اور صحبت۔ دونوں کا شجرہ

علیحدہ علیحدہ ہے علم کا شجرہ اور ہے اور صحبت کا اور

ہے۔ صحبت کے شجرہ میں ایک میں ہی گنگوہی آ گیا ہوں۔

باقی سب اولیا کرام ہیں۔

یہ واقعات میں نے خود سنا کیے لیے عرض نہیں کئے

اپنی تعریف مقصود نہیں بلکہ آپ کی تربیت کے لیے بیان

کئے ہیں۔ میرے حضرت کی قبر پر کوڑوں جتنی نازل ہوئی

کہ انہوں نے انانیت کا کاشا نکال کر رکھ دیا ہے۔

کمال انسان وہ ہے جس کو صحیح علم اور اللہ والوں کی صحبت



# سید الطائفہ حضرت جنید بغدادیؒ اور ابن سابطؒ

درس وفا اگر بود زمزمہ محبتی \* جمعہ بکتاب اور طفل گریز پئے را (ذیلی)

(از حضرت مولانا ابوالکلام آزاد مدظلہ العالی)

ہجرت کی تیسری صدی قریب الاقوام ہے بغداد کے تحت خلافت پر مقتصد باللہ عباسی متمکن ہے مقتسم کے زمانے سے دار الخلافہ کا شاہی اور فوجی مستقر سامرہ میں منتقل ہو گیا ہے۔ پھر بھی سرزمین بابل کے اس نئے بابل میں پندرہ لاکھ انسان بستے ہیں، ایران کے اصطفیٰ مصر کے رئیس اور یورپ کے مردم کی جگہ اب دنیا کا تمدنی مرکز بغداد ہے۔

بغداد میں آجکل جس طرح حضرت شیخ جنید بغدادی کی بزرگی و درویشی کی شہرت ہے اسی طرح ابن سابط کی چوری اور عیاری بھی مشہور ہے۔ پہلی شہرت نیکی کی ہے۔ دوسری بدی کی۔ دنیا میں بدی، نیکی کی رجز کی طرح اس کی شہرت کا بھی مقابلہ کرنا چاہتی ہے اگرچہ نہیں کر سکتی۔

دس برس سے ابن سابط، ساتھ کے محبس میں قید ہے۔ اس کے خوفناک حملوں سے لوگ محفوظ ہو گئے ہیں۔ تاہم اس کی عیاریوں اور بے باکیوں کے افسانے لوگ بھولے نہیں، وہ جب کبھی کسی دلیر چوری کا حال سنتے ہیں تو کہتے گتے ہیں۔ یہ دوسرا ابن سابط ہے؟ اس دس برس کے اندر کتنے ہی نئے ابن سابط کی شہرت کا کوئی مقابلہ نہ کر سکا بغداد والوں کی بول چال میں وہ جرائم کا شیطان اور برائیوں کا حضرت تھا۔

ابن سابط کے خاندانی حالات عوام کو بہت کم معلوم ہیں۔ جب وہ پہلی مرتبہ سوق انجاریں میں چوری کرتا ہوا گرفتار ہوا تو کوٹوالی میں اس کے حالات کی تفتیش کی گئی، معلوم ہوا یہ بغداد کا باشندہ نہیں ہے اس کے ماں باپ طوس سے ایک قافلہ کے ساتھ آرہے تھے راہ میں بیمار پڑے اور مر گئے۔ قافلہ والوں کو رحم آیا اور اپنے ساتھ بغداد پہنچا دیا۔ یہ اب سے دس برس کی پیشتر بات ہے۔ یہ دس برس اس نے کہاں اور کیونکر بسر کئے؟ اس کا حال کچھ معلوم نہ ہو سکا۔ گرفتاری کے وقت اس کی عمر سو برس کی تھی۔ کوٹوالی کے چوڑے پر لٹا کر تازیانے مارے گئے اور چھوڑ دیا گیا۔

اس پہلی سزا نے اس کی طبیعت پر کچھ عجیب طرح

کا اثر ڈالا۔ وہ اب تک ایک ڈرا سہماکس اور کا تھا اب اچانک ایک دلیر اور بے باک مجرم کی روح اس کے اندر پیدا ہو گئی۔ گویا اس کی تمام شقادتیں اپنے ظہور کے لیے تازیانے کی ضرب کی منتظر تھیں۔ جبرائے اعمال کے تمام بھیڑ اور بدیلوں گناہوں کے تمام خفی طریقے جو کبھی اس کے دہم دکان میں بھی نہیں گذرے تھے، اب اس طرح اس پر کھل گئے، گویا ایک تجربہ کار اور مشاق مجرم کا دماغ اس کے سر میں تار دیا گیا۔ تھوڑے ہی دنوں کے اندر وہ ایک پکا عیار اور ایک چھٹا ہوا جرائم پیشہ انسان تھا۔

اب وہ چھوٹی چھوٹی چوریاں نہیں کرتا تھا پہلی مرتبہ جب اس نے چوری کی تھی، دزدوں کی بھوک اسے نان بانی کی دکان پر لے گئی تھی۔ لیکن اب وہ بھوک سے بے بس ہو کر تنہا بلکہ جرم کے ذوق سے وارفتہ ہو کر چوری کرتا تھا۔ اس لیے اس کی نگاہیں نان بانی کی روٹیوں پر نہیں بلکہ مراٹوں کی پھیلیں اور سوکا گردوں کے ذخیروں پر پڑتی تھیں۔ دن ہو یا رات، بازار، مڑی ہو یا امیر کا دیوان خانہ، ہر وقت اور ہر جگہ اس کی کارستانیاں جاری رہتیں اس کے اندر ایک فاحش کا جوش تھا۔ سپہ سالار کا سا عزم تھا۔ سپاہی کی مردانگی تھی۔ مدتبہ کی سی دانشمندی تھی، لیکن دینا نے اس کے لیے یہی پزیر کیا، کہ وہ بغداد کے بازاروں کا چور ہو، اس لیے اس کی فطرۃ کے تمام جوہر اسی ماہ میں نمایاں ہونے لگے۔ انیسویں نظرۃ کس نیامنی سے بخشی ہے مگر انسان کس بے دردی سے برباد کر سکتا ہے۔

کچھ دنوں کے بعد جب ابن سابط کی دراز دنیالہ حد سے بڑھ گئیں تو حکومت کو خصوصیت کے ساتھ قید ہوئی۔ آخر ایک دن گرفتار کر لیا گیا۔ اب یہ ایک کسوں کا نہ تھا۔ شہر کا سب سے بڑا چور تھا۔ عدالت نے فیصلہ کیا۔ کہ ایک ہاتھ کاٹ دیا جائے۔ فوجی تھیں ہوئی اور جلاد نے ایک ہی ضرب میں اس کا ہنچا اٹاک کر دیا۔

ابن سابط کے ہاتھ کا کٹنا، کٹنا نہ تھا بلکہ سیکڑوں نئے ہاتھوں کو اس کے نشانے سے جوڑ دینا تھا معلوم

ہوتا ہے دنیا کے سارے شیطان اور عفریت اس واقعہ کے انتظار میں تھے، جو پہلی اس کا ہاتھ کٹا، انہوں نے اپنے سیکڑوں ہاتھ اس کے حوالے کر دیے۔ اب اس نے عراق کے تمام جود اور عیار جمع کر کے اپنا اچھا خاصہ جتھا بنالیا اور فوجی ساز و سامان کے ساتھ لوٹ مار شروع کر دی۔ تھوڑے ہی عرصہ کے اندر اس کے دلیرانہ حملوں نے تمام عراق میں تھلکہ چا دیا۔ وہ قافلوں پر حملے کرتا۔ دیہاتوں میں گئے ڈالتا۔ محل مراٹوں میں نقب لگاتا۔ سرکاری خزانے لوٹ لیتا، آمد پھر، سب کچھ اس مویشیاری اور فرزانگی کے ساتھ کرتا کہ اس پر پیا اس کے ساتھیوں آج نہ آتی ہر موقع پر صاف کچ کر نکل جاتا لوگ جب اس کے جوازہ کارنامے سنتے تو دہشت و حیرت سے مہو رہ جاتے۔

”بڑا کو ہے جرم کی ایک غیبت روح ہے وہ انسان کو لوٹ لیتی ہے سگر انسان اسے چھو نہیں سکتا“ یہ بغداد والوں کا منفقہ فیصلہ تھا۔

مگر ظاہر ہے یہ حالت کب تک جاری رہ سکتی تھی۔ آخر وہ وقت آگیا کہ ابن سابط تیسری مرتبہ قانون کے پنجے میں گرفتار ہو جائے ایک موقع پر جب اس نے اپنے تمام ساتھیوں کو بحفاظت نکال دیا تھا۔ اور خود مل جائے کی عیاری کر رہا تھا۔ حکومت کے سپاہی پہنچ گئے اور گرفتار کر لیا۔

اس مرتبہ وہ ایک رہزن اور ڈاکو کی حیثیت سے گرفتار ہوا تھا۔ اس کی سزا قتل تھی۔ ابن سابط نے جب دیکھا کہ جلاد کی تلوار سر پر چمک رہی ہے تو اس کے جوازہ خصائل نے اچانک ایک دوسرا رنگ کر لیا۔ وہ طیار ہو گیا کہ اپنے بچاؤ کے لیے اپنے ساتھیوں کی جانیں قربان کر دے۔ اس نے عدالت سے کہا۔ اگر اسے قتل کی سزا دی جائے تو وہ اپنے جتھے کے تمام چور گرفتار کرادے گا۔ عدالت نے منظور کر لیا۔ اس طرح ابن سابط خود تو قتل سے بچ گیا۔ مگر اس کے سو سے زیادہ ساتھی اس کی نشان دہی پر موت کے گھاٹ اتار دیے گئے۔ ان سو چوروں میں ایک بھی ایسا نہ تھا۔ جس نے قتل ہونے سے پہلے ابن سابط کے نام پر لعنت نہ بھیجی ہو، بدعہدی



اور بے وفائی ایسی بری ہے جسے برے بھی سب سے بڑی بات سمجھتے ہیں۔ ابن سابط نے اپنے اس طرز عمل سے ثابت کر دیا کہ وہ جرم سے بھی بڑھ کر باغی کا کوئی ایک درجہ رکھتا تھا۔

بہر حال ابن سابط مدائن کے قید خانہ میں ملکی کے دن پورے کر رہا ہے اس کی آخری گرفتاری پر دس برس گزر چکے ہیں۔ دس برس کا زمانہ اس کے لئے کم مدت نہیں ہے کہ ایک جرم کی سیاہ کاریوں بھلا دی جائیں۔ لیکن ابن سابط جیسے جرم کے کارنامے بدقول تک نہیں بھلائے جاسکتے۔ دس برس گزرنے پر بھی اس کے دلیرانہ جرات کا ذکر پھر پھر کی زبان پر ہے۔ لوگوں کو یہ بات تو کبھی بھولے سے بھی یاد نہیں آتی کہ ابن سابط ہے کہاں اور کس حالت میں؟ کیونکہ یہ معلوم کرنے کی انہیں ضرورت بھی نہیں ہے۔ البتہ وہ اس کے دلیرانہ کارنامے بھولنا نہیں چاہتے کیونکہ اس تذکرہ میں ان کے لیے لطف اور نہجی ہے انہیں ابن سابط کی نہیں اپنی دلچسپیوں کا فکر ہے۔

انسان کی بے مہرلوں کی طرح اس کی دلچسپیوں کا بھی کیسا عجیب حال ہے، عجیب عجیب اور غیر معمولی باتیں دیکھ کر خوش ہوتا ہے۔ لیکن اس کی پروا نہیں کرتا۔ کہ اس کی دلچسپی کا یہ تماشا کیسی کیسی مصیبتوں اور شقاوتوں کی پیدائش کے بعد ظہور میں آسکا ہے۔ اگر ایک چور دلیری کے ساتھ چوری کرتا ہے تو یہ اس کے لیے بڑی ہی دلچسپی کا واقعہ ہے۔ وہ اس کی صورت دیکھنے کے لیے بے قرار ہو جاتا ہے۔ وہ گھنٹوں اس پر اسے زنی کرتا ہے اور وہ تمام اخبار خرید لیتا ہے۔ جن میں اس کی تصویر چھپی ہو یا اس کا تذکرہ کیا گیا ہو، لیکن اس واقعہ میں چور کے لیے کسی شقاوت ہے اور جس مسکین کا مال چوری ہو گیا ہے اس کے لیے کیسی مصیبت ہے؟ اس کے سوچنے کی وہ کبھی رحمت گوارا نہیں کرتا۔

اگر ایک مکان میں آگ لگ جائے تو انسان کے لیے بڑا ہی دلچسپ نظارہ ہوتا ہے۔ سارا شہر امنڈ اٹتا ہے۔ جس کسی کو دیکھو لیے سخاوت ڈرا جاتا ہے۔ لوگ اس نظارہ کے شوق میں اپنا کھانا پینا تک بھول جاتے ہیں۔ اگر چند مذہب انسانوں کے جیسے ہوئے چہرے آگ کے شعلوں کے اندر نمودار ہو جائیں اور ان کی جینیں اتنی بلند ہوں کہ دیکھنے والوں کے کانوں تک پہنچ سکیں، تو پھر اس نظارہ کی دلچسپی انتہائی حد تک پہنچ جاتی ہے۔ تماشا کی جوش نظارہ

جنوں جو کہ ایک دوسرے پر گرنے لگتے ہیں لیکن انسانی دلچسپی کے اس جہنی منظر میں اس مکان اور اس کے مکینوں کے لیے کیسی ہلاکت اور تباہی ہے اور جان و مال کی کیسی المیہ بر باد یوں کے بعد آگ اور موت کی یہ موتناک دلچسپی وجود میں آسکی ہے۔ اس بات کے سوچنے کی نہ تو لوگوں کو فرصت ملتی ہے نہ وہ سوچنا چاہتے ہیں۔

اگر انسان کے ابتداء جنس میں سے ایک بخت مخلوق سولی پر لٹکا دیا جائے تو یہ ان تمام نظاروں میں سے جن کے دیکھنے کا انسان شائق ہو سکتا ہے سب سے زیادہ نظارہ ہوتا ہے۔ اتنا دلکش نظارہ کہ گھنٹوں کھڑے رہ کر ہلکتی ہوئی نقش دیکھتا رہتا ہے۔ مگر اس کی سہری نہیں ہوتی۔ لوگ درختوں پر چڑھ جاتے ہیں ایک دوسرے پر گرنے لگتے ہیں۔ صغیر چکر نکل جانا چاہتے ہیں۔ کیوں؟ اس لیے کہ اپنے ایک ہم جنس کو جانچنی میں تھپتے اور پھر ہوا میں معلق چھوٹنے دیکھ لینے کی لذت حاصل کر رہی لیکن جس انسان کے بھانسی پانے سے انسانی نظارہ کا یہ سب سے زیادہ دلکش تماشا وجود میں آیا۔ خود اس پر کیا گزری۔ اور کیوں؟ وہ اس نخوس اور شرمناک موت کا سختی پھر اسے سینکڑوں ہزاروں تماشا بینوں میں سے ایک کا ذریعہ بھی اس غیر ضروری اور غیر دلچسپ پہلو کی طرف نہیں جاتا۔

### تیسرا حصہ

گر میوں کا موسم ہے آدھی رات گزر چکی ہے مہینہ کی آخری راتیں ہیں۔ بغداد کے آسمان پر ستاروں کی مجلس مہینہ آراستہ ہے۔ مگر پانڈ کے برآمد ہونے میں ابھی دیر ہے۔ رجب کے پار کرخ کی تمام آبادی نیند کی خاموشی اور رات کی تاریکی میں گم ہے۔

اچانک تاریکی میں ایک متحرک تاریکی نمایاں ہوتی رہا۔ لمبا دے میں ایک لپٹا ہوا آدمی خاموشی اور آہستگی سے جا رہا ہے اور ایک گلی سے مرط کر دوسرے گلی میں پہنچا۔ اور ایک مکان کے سامان کے نیچے کھڑا ہو گیا۔ اب اس نے سانس لی۔ گویا یہ مدت کی بند سانس تھی جسے اب آزادی سے ابھرنے کی ہمت ملی ہے۔ پھر اس نے آسمان کی طرف نظر دوڑائی یقیناً تین پہر رات گزر چکی ہے۔ وہ اپنے دل میں کہنے لگا۔ مگر کیا بد نصیبی ہے کہ جس طرف رخ کیا۔ ناگہمی ہی ہوئی، کیا پوری رات اسی طرح خستہ ہو جاتے گی۔

یہ خوفناک ابن سابط ہے جو دس دس برس کی طویل طویل زندگی قید خانہ میں بسر کر کے اب کسی

طرح نکل بھاگا ہے۔ اور نکلنے کے ساتھ ہی اپنا قدیم پیشہ از سر نو شروع کر رہا ہے۔ یہ اس کی نئی مجازہ زندگی کی پہلی رات ہے۔ اس لیے وقت کے بے نتیجہ صنائع جانے پر اس کا بے صبر دل پیچ و تاب کھا رہا ہے۔

اس نے ہر طرف کی آہٹ کی زمیں سے کان دگا کر دور دور کی صداؤں کا جائزہ لیا اور مطمئن ہو کر آگے بڑھا۔ کچھ دور چل کر اس نے دیکھا ایک احاطہ کی دیوار دور تک چلی گئی ہے اور وسط میں بہت بڑا بھنگ ہے کرخ کے اس علاقہ میں زیادہ تر افراد کے بلخ تھے یا سودا گروں کے گودام تھے۔ اس نے خیال کیا یہ احاطہ یا تو کبھی امیر کا باغ ہے یا کسی سوداگر کا گودام وہ بھنگ کے پاس پہنچ کر رک گیا اور سوچنے لگا۔ ان کے کونکر جائے۔ اس نے آہستگی سے دروازہ پر ہاتھ رکھا۔ لیکن اسے ثابت تعجب ہوا۔ کہ دروازہ اندر سے بند نہیں تھا۔ صحت بظاہر ہوا تھا۔ ایک سیکنڈ کے اندر ابن سابط کے قدم احاطہ کے اندر پہنچ گئے۔

اس نے دلیز سے قدم اگے بڑھایا تو ایک وسیع احاطہ نظر آیا۔ اس کے مختلف کمروں میں چھوٹے چھوٹے حجرے بنے ہوئے تھے اور وسط میں ایک نسبتاً بڑی عمارت تھی۔ یہ درمیانی عمارت کی طرف بڑھا عجیب بات ہے کہ اس کا دروازہ بھی اندر سے بند نہ تھا چھوٹے ہی کھل گیا۔ گویا وہ کسی کی آمد کا منتظر تھا۔ یہ ایک ایسی بے باکی کے ساتھ جو صرف شائق جرموں ہی کے ذہنوں میں ہو سکتی ہے اندر چلا گیا۔ اندر جا کر دیکھا تو ایک وسیع ایوان و مال تھا لیکن سامان راحت و نہایت میں سے کوئی چیز بھی نہ تھی قیمتی اشیاء کا نام و نشان نہ تھا۔ صحت ایک کھجور کے پتوں کی پرانی چٹائی بچھی تھی۔ اور ایک طرف چڑے کا ایک ٹکیرٹا تھا۔ البتہ ایک گوشہ میں پیشینہ کے موٹے کپڑے کے بہت سے تھان اس طرح بے ترتیب پڑے تھے گویا کسی نے جلدی میں بھینک دئے ہیں، اور ان کے قریب ہی بچڑ کی کھال کی چمڑا ٹوٹیاں بھی پڑی تھیں۔ اس نے مکان کی موجودات کو یہ پورا جائزہ لکھ لیا تو اپنی اندھیری میں دیکھ لینے والی آنکھ سے لے لیا تھا۔ اور کچھ اپنے ہاتھ سے مٹول مٹول کر، لیکن اس کا ہاتھ ایک ہی تھا۔ یہ بغداد دالوں کی بولی جالی میں ایک۔ ہاتھ کا شدید طعن تھا جواب پھر خیر و بند کی زنجیریں توڑ کر آزاد ہو گیا ہے۔

دس برس کی قید کے بعد آج ابن سابط کو پہلی مرتبہ مرقہ ملا تھا کہ اپنے دل پسند کام کی جستجو میں آزادی کے ساتھ نکلے جب اس نے دیکھا کہ اس مکان میں کامیابی کے اشارے نظر نہیں آتے، اور یہ پہلا قدم (باقی ۴۴۰)



## حکایت الصالحین :-

حکایت الصالحین :-  
حضرت امام شہداء ولی اللہ صنادیلوی

(مکتبہ اسلامیہ)

(۲)

دورِ حکمت کا آغاز  
اور ولی اللہ علوی  
کی مجددیت

مشتبن ایجاد ہوئی اور اس کے ساتھ یاد نشاہب تتم ہوئے  
 گئی۔ ہندوستان میں سلطان اورنگ زیب عالمگیر  
 شاہی دور کے آخری بڑے بادشاہ تھے۔ انہیں گزرے چہ  
 ہی سال ہوئے تھے کہ امام ولی اللہ دہلوی مجدد کی حیثیت  
 سے ظاہر ہوئے امت مسلمہ میں تقریباً ہر سو سال کے بعد  
 کوئی نہ کوئی ایسا مخلصانہ عالم پیدا ہوتا رہتا ہے۔ جو ایک صدی  
 کی علمی و علمی خرابیوں کو دور کرنے کی کوشش کرتا ہے  
 اسے مجدد کہتے ہیں۔ یعنی سچائی کو نئے سرے سے قائم کرنے  
 والا امام ولی اللہ دہلوی ہجری کے دوسرے ہزار سال  
 کے مجدد ہیں۔

ان کی تہجد بدلتے ہندوستان میں ایک نئے  
فلسفہ اور نئی حکمت کی بنیاد رکھی۔ ان کی حکمت میں سب  
سے بڑی بات یہ ہے کہ اس میں ایسی باتیں نہیں آتیں جو  
ایک دوسرے کے خلاف ہوں جیسا کہ وہ سائنٹفک اصول  
پر صریح اترتی ہیں۔ وہاں وہ مذہبی لحاظ سے جی ٹھیک ہیں۔  
ان کے مطابق نہ صرف قرآن حکیم کی باتیں ٹھیک معلوم ہوتی ہیں  
بلکہ دوسری مذہبی کتابوں، بائبل اور گیتا کی بھی صحیح تشریح ہو سکتی ہے  
اور اسی طرح مذہبی دنیا میں جو اختلافات ہیں وہ دور ہو سکتے  
ہیں۔ اسی طرح اس حکمت میں یہ خوبی بھی ہے کہ وہ انسان کی  
عام زندگی کے بھی مطابق ہے۔ اور اس کی زندگی کے ہر شعبے  
کے مسائل حل کرتی ہے۔ یہ سب باتیں کسی ایک فلسفی یا حکیم  
میں کبھی کبھی ہی ایک جگہ پائی جاتی ہیں۔

حضرت امام کا زمانہ سن ۱۱۱۳ھ سے ۱۱۶۲ھ  
سن ۱۱۶۲ھ تک ہے۔ آپ گویا اٹھارویں صدی عیسوی اور  
ہجری کے دوسرے ہزار سال کے شروع میں پیدا ہوئے۔  
وہ بھی سن ۱۱۶۲ھ کو کہ مکہ میں وہاں خوب دیکھا کہ اللہ تعالیٰ  
نے مجھے اس زمانے کا نظام قائم رکھنے میں ایک واسطہ بنایا ہے  
جبلی کا بیچارہ اور اس کے لئے پہلے بوسیدہ نظام  
کو توڑنے کا حکم دیا (مکمل نظام) اس تاریخ سے آپ  
کی تجدید کا آغاز ہوا۔ اور اس تاریخ سے حزب ولی اللہ  
کی بنیاد پڑی۔

اس دور کی امامت اور تجدید کا ذکر انہوں نے اپنی کتابوں میں کئی جگہ کیا ہے۔ فرماتے ہیں:

(۱) لطائف فی دوسرۃ المحکمۃ البنیۃ اللہ تعالیٰ  
خلعت المجدیدۃ و تقییدات الہیہ  
ترجمہ :- جب مسکرت (SCIENTIFIC AGE)  
میرے ذریعے سے تمام کتب نجات دہندہ تعالیٰ نے مجھے عطا فرمائی  
لاطفیت پیشایا۔

(۲) نعمتِ عظمیٰ پر میں ضعیف آنست کہ اور اخلاص  
ناجیت و مہربانیِ دورہ باز پسین ہر دست و سہ کر وند  
ترجمہ وہ اس بندہ ضعیف پر اللہ تعالیٰ کی بہت  
بڑی نعمت یہ ہوئی کہ اسے ناجیت کا خلعت پہنایا گیا۔  
اور پچھلے دورہ کا افتتاح اس کے ہاتھ سے کیا گیا۔

(۳) ومن نعم الله على الأنبياء أن جعلهم فائقين  
هذا الدور وجليه ما تأتد هذه القيمة  
وذكرهم

ترجمہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں سے جو اس نے  
 مجھ پر کیں، اور مجھے ان میں سے کسی پر فخر نہیں ہے۔  
 یہ نعمت بھی ہے کہ اس نے مجھے اس دور کا ناطق عین  
 ترجمان اور اس کا حکیم بنایا۔ اور اس طبقہ کا قائد اور  
 سر دار بنایا۔

(٧) فهمني وربي فاجعلني امام هذه الطريقة  
وسد وناظر الوصول الى حقيقة القرب  
كلها اليوم غير ملقبة واحد كما هو جئت  
الانقياد ملكي فاسلمه ليس علي من عادات يسمايح  
ولميت الارض عايه بارغم فاحل الشرق والتم  
كلم وعتيق وانت سلطانهم اهلوا ولم يعلوا فان  
علما نازروا وان جميعوا خالوا.

(تفہیمات الہیہ)

ترجمہ: میرے پردہ گار نے مجھے الہام سمجھایا کہ ہم نے تجھے اس طریقہ کا امام بنایا ہے۔ اور آج سے ہم نے حقیقتِ قرب کی طرف پہنچنے کے تمام راستے سوائے ایک راستے کے بند کر دیئے ہیں۔ اور وہ طریقہ تیری محبت اور تیری تالبعہ داری کا ہے۔ اب جو شخص تجھ سے ملے گا۔ اس کے لئے یہ آسمان اور زمین ہی بدل چکا ہے۔ (یعنی وہ انقلاب کی ٹیپٹ ہیں آسمان کے تمام اہل شرق و غرب تیری لادھیت ہیں۔ اور تو ان کا سلطان ہے۔ خواہ وہ اس حقیقت سے واقف ہوں یا نہ ہو۔ اگر وہ اس حقیقت کو جان کہ مان لیں کامیاب

۱۰۲ اگر نہ سمجھیں گے تو نقصان اٹھائیں گے۔

(۵) پر سرزم وادعنا کہ این سقییۃ: مرقوم یہاں

امروز وقت دقت تست، و کمالان زمان  
قد و اسطی بر کسی که زبیر کو اسے کوثر باشد

(تفہیمات الہیہ)

ترجمہ :- مجھے بتایا گیا کہ اس حقیقت کو لوگوں کو  
پہنچاؤ یہ وقت تیرا وقت ہے اور یہ زمانہ تیرا زمانہ  
ہے۔ انھوں نے اس شخص پر جو تیرے گھنٹے سے  
بچے نہ آئے۔

٦- ولابد مفعول الف ومائة من الحجة وما إلى ذلك  
منهم إلى هذا النوع من الكمال فنعان إمام  
المفتين وعصام الحكماء وترجي من الله سبحانه  
أن يجيئه فإمام الحكام المعصومين وعلى دعوتهم  
قد اجئبت أن الفصل ببدء التدبیر

ترجمہ :- ہجرت سے گیارہ سو سال بعد ایک شخص اس درجہ کمال کی طرف متوجہ ہوا۔ وہ امام المتقین اور عصام الحکماں کیا۔ اللہ تعالیٰ سے امید ہے کہ اسے معصوم علی کا شاکر بنا دے۔ اور امید ہے کہ اس کی دعا قبول ہو گئی ہے۔ کیونکہ فضل و کرم اللہ تعالیٰ ہی کے ہاتھ میں ہے۔

**علمی خدمات**  
 جیٹا خچہ آپ نے ہستی و دور کے لئے اسلام  
 کا پیغام عوام تک پہنچانے کے  
 لئے علمی خدمات کا سلسلہ شروع کیا۔ انہوں نے اس سلسلے  
 میں سب سے بڑا کام یہ کیا کہ مکہ مکرمہ سے واپسی پر اپنا  
 فارسی ترجمہ قرآن - فتح الرحمن - بکلیں کیا۔ اور ۱۳۷۵ھ  
 سے اس کی تدریس شروع کر دی۔

غرض آپ نے اس زمانے کی مدافعت زبان فارسی میں  
قرآن حکیم کا ترجمہ کیا۔ یہ پہلا موقع تھا۔ کہ قرآن کا عربی  
سے کسی زبان میں ترجمہ ہوا۔ بعد میں جب فارسی کی جگہ  
اردو نے لی تو آپ کے بیٹوں (شاہ محمد نقاد اور  
شاہ رفیع الدین) نے قرآن کا ترجمہ اردو میں کر دیا۔

قرآن حکیم کی بیا  
قرآن کے متعلق آپ نے  
تبایا یہ کہ یہ جس دین کی

فطرت انسانی پر  
یعنی انسان کی فطرت جو بھائی ہے۔ اسی میں اس کی گویاں  
ہے۔ نہ اس سے کم نہ اس سے زیادہ پھر آپ نے  
انسانی فطرت کی باریکیاں نہایت صفائی سے بھی  
طرح کھول کھول کر بتائی ہیں۔ اور یہ بھی تھا کہ  
کہ انسان کی فطرت کیا چاہتی ہے۔ قرآن حکیم  
کی بنیاد کا انسانی فطرت کے ساتھ یہ تعلق آتی تھی  
چیز ہے کہ اس سے قرآن حکیم تمام دنیا اور تمام  
زبانوں کے لئے ثابت ہو جاتا ہے۔

1997, 1998, 1999, 2000, 2001, 2002, 2003, 2004, 2005, 2006, 2007, 2008, 2009, 2010, 2011, 2012, 2013, 2014, 2015, 2016, 2017, 2018, 2019, 2020, 2021, 2022, 2023, 2024, 2025, 2026, 2027, 2028, 2029, 2030, 2031, 2032, 2033, 2034, 2035, 2036, 2037, 2038, 2039, 2040, 2041, 2042, 2043, 2044, 2045, 2046, 2047, 2048, 2049, 2050, 2051, 2052, 2053, 2054, 2055, 2056, 2057, 2058, 2059, 2060, 2061, 2062, 2063, 2064, 2065, 2066, 2067, 2068, 2069, 2070, 2071, 2072, 2073, 2074, 2075, 2076, 2077, 2078, 2079, 2080, 2081, 2082, 2083, 2084, 2085, 2086, 2087, 2088, 2089, 2090, 2091, 2092, 2093, 2094, 2095, 2096, 2097, 2098, 2099, 2100, 2101, 2102, 2103, 2104, 2105, 2106, 2107, 2108, 2109, 2110, 2111, 2112, 2113, 2114, 2115, 2116, 2117, 2118, 2119, 2120, 2121, 2122, 2123, 2124, 2125, 2126, 2127, 2128, 2129, 2130, 2131, 2132, 2133, 2134, 2135, 2136, 2137, 2138, 2139, 2140, 2141, 2142, 2143, 2144, 2145, 2146, 2147, 2148, 2149, 2150, 2151, 2152, 2153, 2154, 2155, 2156, 2157, 2158, 2159, 2160, 2161, 2162, 2163, 2164, 2165, 2166, 2167, 2168, 2169, 2170, 2171, 2172, 2173, 2174, 2175, 2176, 2177, 2178, 2179, 2180, 2181, 2182, 2183, 2184, 2185, 2186, 2187, 2188, 2189, 2190, 2191, 2192, 2193, 2194, 2195, 2196, 2197, 2198, 2199, 2200, 2201, 2202, 2203, 2204, 2205, 2206, 2207, 2208, 2209, 2210, 2211, 2212, 2213, 2214, 2215, 2216, 2217, 2218, 2219, 2220, 2221, 2222, 2223, 2224, 2225, 2226, 2227, 2228, 2229, 2230, 2231, 2232, 2233, 2234, 2235, 2236, 2237, 2238, 2239, 2240, 2241, 2242, 2243, 2244, 2245, 2246, 2247, 2248, 2249, 2250, 2251, 2252, 2253, 2254, 2255, 2256, 2257, 2258, 2259, 2260, 2261, 2262, 2263, 2264, 2265, 2266, 2267, 2268, 2269, 2270, 2271, 2272, 2273, 2274, 2275, 2276, 2277, 2278, 2279, 2280, 2281, 2282, 2283, 2284, 2285, 2286, 2287, 2288, 2289, 2290, 2291, 2292, 2293, 2294, 2295, 2296, 2297, 2298, 2299, 2300, 2301, 2302, 2303, 2304, 2305, 2306, 2307, 2308, 2309, 2310, 2311, 2312, 2313, 2314, 2315, 2316, 2317, 2318, 2319, 2320, 2321, 2322, 2323, 2324, 2325, 2326, 2327, 2328, 2329, 2330, 2331, 2332, 2333, 2334, 2335, 2336, 2337, 2338, 2339, 2340, 2341, 2342, 2343, 2344, 2345, 2346, 2347, 2348, 2349, 2350, 2351, 2352, 2353, 2354, 2355, 2356, 2357, 2358, 2359, 2360, 2361, 2362, 2363, 2364, 2365, 2366, 2367, 2368, 2369, 2370, 2371, 2372, 2373, 2374, 2375, 2376, 2377, 2378, 2379, 2380, 2381, 2382, 2383, 2384, 2385, 2386, 2387, 2388, 2389, 2390, 2391, 2392, 2393, 2394, 2395, 2396, 2397, 2398, 2399, 2400, 2401, 2402, 2403, 2404, 2405, 2406, 2407, 2408, 2409, 2410, 2411, 2412, 2413, 2414, 2415, 2416, 2417, 2418, 2419, 2420, 2421, 2422, 2423, 2424, 2425, 2426, 2427, 2428, 2429, 2430, 2431, 2432, 2433, 2434, 2435, 2436, 2437, 2438, 2439, 2440, 2441, 2442, 2443, 2444, 2445, 2446, 2447, 2448, 2449, 2450, 2451, 2452, 2453, 2454, 2455, 2456, 2457, 2458, 2459, 2460, 2461, 2462, 2463, 2464, 2465, 2466, 2467, 2468, 2469, 2470, 2471, 2472, 2473, 2474, 2475, 2476, 2477, 2478, 2479, 2480, 2481, 2482, 2483, 2484, 2485, 2486, 2487, 2488, 2489, 2490, 2491, 2492, 2493, 2494, 2495, 2496, 2497, 2498, 2499, 2500, 2501, 2502, 2503, 2504, 2505, 2506, 2507, 2508, 2509, 2510, 2511, 2512, 2513, 2514, 2515, 2516, 2517, 2518, 2519, 2520, 2521, 2522, 2523, 2524, 2525, 2526, 2527, 2528, 2529, 2530, 2531, 2532, 2533, 2534, 2535, 2536, 2537, 2538, 2539, 2540, 2541, 2542, 2543, 2544, 2545, 2546, 2547, 2548, 2549, 2550, 2551, 2552, 2553, 2554, 2555, 2556, 2557, 2558, 2559, 2560, 2561, 2562, 2563, 2564, 2565, 2566, 2567, 2568, 2569, 2570, 2571, 2572, 2573, 2574, 2575, 2576, 2577, 2578, 2579, 2580, 2581, 2582, 2583, 2584, 2585, 2586, 2587, 2588, 2589, 2590, 2591, 2592, 2593, 2594, 2595, 2596, 2597, 2598, 2599, 2600, 2601, 2602, 2603, 2604, 2605, 2606, 2607, 2608, 2609, 2610, 2611, 2612, 2613, 2614, 2615, 2616, 2617, 2618, 2619, 2620, 2621, 2622, 2623, 2624, 2625, 2626, 2627, 2628, 2629, 2630, 2631, 2632, 2633, 2634, 2635, 2636, 2637, 2638, 2639, 2640, 2641, 2642, 2643, 2644, 2645, 2646, 2647, 2648, 2649, 2650, 2651, 2652, 2653, 2654, 2655, 2656, 2657, 2658, 2659, 2660, 2661, 2662, 2663, 2664, 2665, 2666, 2667, 2668, 2669, 2670, 2671, 2672, 2673, 2674, 2675, 2676, 2677, 2678, 26



## ترجمہ قرآن حکیم

ترجمہ قرآن کی ضرورت کے متعلق آپ فتح الرحمن کے مقدمے میں تحریر فرماتے ہیں :-

مرتبہ اس کتاب بعد خواندن تین قرآن در سائل مختصر فارسی است . تاہم لیان فارسی بے تکلف دست و دہر و تخصیص صبیان اہل حسد و سبایان کہ توقع متینہ علوم عربیہ ندارند . در اول سن تیز میں کتاب را تعلیم باید کرد تا اول چیزے کہ در جوف انیہاں افتد معانی کتاب اللہ باشد .

ترجمہ :- تین قرآن کے بعد بچوں کو چند مختصر فارسی کتابیں پڑھانی جائیں تاکہ وہ فارسی سمجھنے کے قابل ہو جائیں ۔ پھر (فتح الرحمن) پڑھائی جائے جو کہ اہل حرفہ اور سہاویوں کے بچوں کو عربی کی تعلیم پوری کرنے کی امید نہیں ہوتی ۔ اس لئے یہ کتاب بچپن ہی سے پڑھا دینی چاہیے ۔ تاکہ سب سے پہلے جو چیز ان کے دماغ میں آئے وہ اللہ کی کتاب کے مطالب ہی ہوں ۔

آگے چل کر فرماتے ہیں  
"منفعت آن در حق جمہور مسلمانان موقع است انشاء اللہ العظیم"  
یعنی اللہ نے چاہا ۔ تو اس سے عام مسلمانوں کو بہت فائدہ پہنچے گا ۔

ترجمہ اور مقدمے کے علاوہ امام صاحب نے عوامی بھی لکھے ہیں ۔ جو بچوں کے خود نہایت مفید اور معنی خیز ہیں ۔ ان عوامی میں حضرت امام نے بعض مقامات پر عام ترجموں سے اختلاف بھی کیا ہے ۔ اور اپنے مخصوص پروگرام کی وفات جابجا داخل کر دی ہیں ۔  
شمارح حکمت ولی اللہ حضرت مولانا عبید اللہ سندھی فرماتے ہیں کہ :-

"فتح الرحمن قرآن حکیم کا صاف فارسی میں ترجمہ ہے اس میں کو شخص کی گئی ہے کہ قرآن حکیم افادہ مختصر میں الفاظ میں جو چاہیں ۔ ترجمے کی نزالت پر امان نہ ہے کہ کہیں کہیں غلطی ہو گئی ہے مثلاً انبیاء کا سلاطین و ملوک سے جہاں دلنا ۔ تہذیب و شائستگی کو قانونی شکل دینا ۔ عامہ انسانیت کے صفات سے ہے ۔ جو کہ عام تفاسیر قرآنی اس زمانے میں لکھی گئی ہیں ۔ جب اسلامی نظام برسر اقتدار تھا ۔ اس زمانے میں بادشاہ اور امیر کی موجودگی کی وجہ سے اس کی سرکردگی کے بغیر کوئی تصور نہ تھا ۔ اس لئے تفاسیر میں قرآنی واقعات کو ایسے انداز میں بیان کیا گیا ہے ۔ جس پر پڑھنے والے کے دل پر یہ اثر پڑتا ہے کہ گو یا قرآن حکیم کا ماننے والا جب تک اپنے آپ کو کسی بادشاہ اور فرج کے ساتھ منسلک نہ کر دے اس کا فائزین سے لڑنا اور مقابلہ کرنا جائز نہیں ۔ لیکن حضرت امام ولی اللہ رحمتی اس زمانے میں رہا ہوتے ہیں ۔ جب یہ نظام کو شاہو اوصاف نظر آتا تھا ۔ اس لئے انہیں سوچنا پڑا کہ جس زمانے میں سلاطین

تکست کھا جائیں کیا اس زمانے میں قرآنی تعلیم معطل ہو جائے گی ؟ اس کا جواب حضرت امام فتح الرحمن کے عوامی میں دیتے ہیں ۔ یعنی یہ کہ سلاطین اور جنگ کے بغیر بھی قرآن کی حکومت کا ایک درجہ پیدا کیا جاسکتا ہے یہ محض اس اجتماعی قوت سے ہو سکتا ہے ۔ جو حکومت کے ذریعے سے تکمیل پاتی ہے ۔ جس حاشیے کا ہم ذکر کر رہے ہیں وہ سورہ الرعد کے آخر میں مذکور ہے ۔ اس ایک ہی نکتے سے یہ ترجمہ عام تفسیر سے بلند تر درجہ پیدا کر لیتا ہے ۔ حضرت امام نے اس مسئلے کو فیوض الرحمن اور قول الجلیل میں بھی ذکر کیا ہے ۔ لیکن سب سے پہلے سورہ الرعد کے آخری حصے کو سمجھ لینا ضروری ہے ۔

اس قسم کے معنی فوائد فتح الرحمن میں بکثرت ملتے ہیں ۔ لیکن ان پر احاطہ عمومی وقت میں ہو سکتا ہے کہ یہ درس میں داخل ہو ۔

فتح الرحمن کی ایک سمت از خصوصیت یہ بھی ہے کہ عام مفسرین کی طرح اس میں ترجمہ قرآن کے وقت ایک آیت کے متعلق مختلف احتمالات کو گوارا نہیں کیا گیا ۔ بلکہ صرف ایک ہی ترجمہ کیا گیا ہے جو بخوبی ترکیب کے اعتبار سے صحیح ہو سکتا ہے ۔ اس کا فائدہ یہ ہے کہ عام تفسیروں کے مطالعے سے طالب علم کے دل میں جو شکوک پیدا ہو جاتے ہیں ۔ فتح الرحمن میں شکوک پیدا ہونے نہیں دیتا ۔  
از امامی حضرت مولانا عبید اللہ سندھی

اسی طرح امام صاحب نے بتایا کہ بعض لوگوں نے قرآن کے سمجھنے کے لئے طرح طرح کی شرطیں لگا رکھی ہیں کہ اسے سمجھنے کے لئے فلاں شان قدول دیکھو یا فلاں آیت فلاں صحابی کے حق ہیں اتنی اور فلاں سورت فلاں کے متعلق ہے تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ اس وہ آیتیں یا سورتیں اپنی لوگوں کے لئے ہیں ، بلکہ قرآن تو فیضان تک سب انسانوں کے لئے ہے ۔ وہ کسی خاص قوم مثلاً عربوں کے لئے ہی نہیں ہے بلکہ سب انسان کے فائدے کی باتیں بتانا ہے آپ نے یہ بھی بتایا ہے ۔ کہ اب دنیا میں علمی دور آ رہا ہے ۔ قرآن کی خوبی کسی کو سمجھانی ہو تو نقطہ یہ بتا دینا کافی نہیں کہ اس کی عربی زبان بڑی فصیح و بلیغ ہے ۔ اب تو یہ بتانا پڑے گا کہ انسانوں کے فائدے کے لئے اس میں کیا کیا عقل کی باتیں ہیں اسی علمی صلاح کے لئے قرآن حکیم کی حکمت عملی کو اس کے معجزہ ثابت کرنے کا عنوان بنایا (حجۃ اللہ الباقیہ مقدمہ ص ۸)

یہ بتانے کے بعد کہ قرآن کیا قرآنی انقلاب ہے امام صاحب نے یہ بھی بتایا کہ قرآن کیا چاہتا ہے ۔ انہوں نے بتایا کہ نزول قرآن کے وقت دو بہت بڑی بڑی بادشاہتیں تھیں ۔ ایک عرب کے مشرق میں تھی اس کا نام ایران تھا ۔ اس کے ڈانٹے بندوستان سے ملے ہوئے تھے دوسری رومی کہلاتی تھی ۔ وہ عرب کے شمال میں تھی اور شمال افریقہ اور یورپ کے بڑے حصے پر بھی چھائی ہوئی تھی ۔ ان دونوں

ملکوں میں امیر اور غریب دو طبقے بن گئے تھے ۔ اور دونوں کے اخلاقی خراب ہو گئے تھے ۔ اور انسانیت فنا ہو گئی تھی ۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے باوجود کو خدا کھلا کر کھینچا اور انہما سے امیر غریبوں پر سن میں کسان بھی شامل ہیں ۔ بیت ظلم کہتے ہو ۔ یہ اچھی بات نہیں ہے اس سے بالآ جاؤ اور اسلام کو مان لو ۔ نہیں تو تم برباد ہو جاؤ گے ۔ ان مغروروں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بات نہ مانی ۔ نتیجہ یہ نکلا کہ ان دونوں ملکوں میں انقلاب آ گیا ۔ اور ان کی جگہ قرآنی حکومت قائم ہو گئی جس نے غریبوں اور سیکوں کی خدمت کی اور ان کی مصیبتیں دور کر کے انہیں آدمی بنا دیا ۔ اب وہ سمجھنے لگے کہ انسانیت کیا ہوتی ہے اور خدا کا ہم پر کیا حق ہے اور ہم آپس میں کس طرح محبت اور الفت سے رہیں ۔ امام صاحب نے لکھا ہے کہ جس طرح اس زمانے میں یہ انقلاب ہوا ۔ اسی طرح ہر زمانے میں انقلاب ہونا چاہیے ۔ اور قرآن کا قانون سب قانونوں پر غالب رہنا چاہیے ۔ قرآن کی تعلیم بین الاقوامی ہے ۔ کیونکہ اس کی بنیاد انسانیت پر ہے ۔ لیکن یہ قومی درجے پر ہر ملک میں جلائی ہوئی چاہیے ۔ چنانچہ دنیا میں اب تک مدینہ منورہ ۔ دمشق ۔ بغداد ۔ قاہرہ وغیرہ قسطنطنیہ اور دہلی میں اس کے کلی اقوامی مرکز بن چکے ہیں ۔ اب کڑی اس کام کرنا ہونے کی تیاریاں کر رہی ہیں ۔

قرآن ایک مکمل اور زندہ کتاب ہے ۔ اس میں انسان کے لئے اچھی زندگی گزارنے کا مکمل قانون ہے اس میں کچھ گھٹانے بڑھانے کی ضرورت نہیں ۔ اور خدا سے اونچے درجے (کلی اقوامی درجے) پر چلانے کے لئے کسی نئی کی ضرورت ہے ۔ البتہ یہ بات ہے کہ مذہب کی ہر حکومت جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے لے کر حضرت خٹاؤں کی شہادت تک ہے ۔ رہتی دنیا تک نوزدہ ہو سکتی ۔ کیونکہ قرآن کا انقلاب اس زمانے تک مکمل ہو گیا تھا ۔ اس کے بعد جو انقلاب بھی ہو ۔ وہ اس کے مطابق ہونا چاہیے ۔ امام ولی اللہ نے قرآن کی تعلیم کو انقلابی بتا کر اسے رہتی دنیا تک کے لئے ثابت کر دیا ۔ آج کل قومی اور بین الاقوامی جھگڑوں کا زہار اسلئے قرآن سمجھنے کیلئے ایسے امام کی ضرورت ہے جو قومی اور بین الاقوامی باتوں میں فرق نہ کرنا جانتا ہو اور قرآن کی تعلیم کو انقلابی رنگ پیش کر سکتا ہو جو اس کی اہلی رنگ ہے ۔ امام دینی اللہ رحمتی ایسے ہی ہیں جب کسی سماج میں غلطی نظام کی وجہ سے بری فوجی ظلم کی ہے ۔ لیکن یہ قرآن جانتا ہے کہ اس سماج میں لقمہ کرنے کیلئے کچھ نیچے کو ہوا کرنا چاہئے ۔ تاکہ ظلم دور ہو جائے اور انبیاء پرستی کے پھیلنے سے

قرآن اور اجتماعیت  
چیل رہی ہیں ۔ وہ اس بات پر زور دے رہی ہیں ۔ کہ انسان کی زندگی زیادہ ختمی زندگی ہے ۔ امام صاحب نے اجتماعیت پر بہت کچھ لکھا ہے ۔ اور اسے زندگی کے ہر شعبے میں داخل کیا ہے ۔ اس زمانے میں جب دنیا اجتماعیت کی اچھی طرح سمجھ چکی ہے ۔ قرآن کی تعلیم کو انفرادیت کے رنگ میں پیش کرنا جیسے بعض عالم کو



ہیں۔ سچ اسے سچے بچانے والی تعلیم ثابت کرنا ہے۔ اگر قرآن کی اجتماعیت دکھائی دے تو پھر اس کے سوا کچھ نہیں ہو سکتا کہ امام ولی اللہ کی حکمت بڑھ کر اس رنگ میں قرآن پیش کیا جائے تاکہ دنیا سمجھے کہ قرآن آج بھی پورے عالموں کی پیداکامی ہوئی اجتماعیت سے لٹنا آگے ہے۔ اس بارے میں امام ولی اللہ کو سالہ زمانے میں سب سے زیادہ سمجھنے والے اور ان کی اجتماعیت پر سب سے زیادہ عمل کرنے والے استاذ حضرت مولانا عبید اللہ سندھی فرماتے ہیں کہ:-

وہ میں یہ نہیں کہتا کہ اگر قرآن کو امام ولی اللہ کی حکمت کی روشنی میں پیش کیا جائے تو یوں قرآن کو مان کر مسلمان ہو جائے گا۔ لیکن میں شاہ ولی اللہ کے طریق پر قرآن سمجھ کر پیش کر چکا ہوں۔ وہاں یوں قرآن کے عقائد لوگ کہتے ہیں کہ دینہ جانی نہایت مستعمل ہے اگرچہ ہم دینی آدمی ہیں مگر ہم قہری باتیں کہتے ہیں۔ اگر تم کہتے ہو کہ دینی سوانحی اسے مانتی ہے اور اس کا کرم کرتی ہے تو ہم بھی اسے مانتے ہیں۔

## فلسفہ تاریخ

جو لوگ علمی رنگ میں بہت سوچ سچا کر سکتے ہیں ان کا قاعدہ ہے کہ وہ کسی بات کو عقل و دانائی سے سمجھنا چاہتے ہیں۔ وہ استہانہ کو مانتے ہیں کہ ملاں کتاب میں یوں لکھا ہے۔ یا فلاں بزرگ نے یوں فرمایا ہے۔ ان کا یہ بھی قاعدہ ہے کہ کسی فلسفے کو دیکھتے ہو تو تھوڑے ہی دیکھتے ہیں کہ اس نے انسان کی زندگی میں کیا انقلاب پیدا کیا ہے۔ چنانچہ وہ اس کی تاریخ پڑھتے ہیں۔ اور اس کے پیدا کئے ہوئے انقلاب کا بھی مطالعہ کرتے ہیں۔ اگر اس نے انسان کی زندگی میں کوئی بہت بڑا انقلاب پیدا کیا ہے تو اس کی عزت کرتے ہیں۔ نہیں تو اسے بے کال سمجھ کر چھوڑ دیتے ہیں۔

اسلام کی تاریخ میں صرف دو بزرگ ایسے نظر آتے ہیں جنہوں نے تاریخ کے مختلف دوروں میں بڑے بڑے انقلابوں کے متعلق کچھ لکھا ہے ایک بزرگ تو شیخ محمد بن عبد بن عربی ہیں۔ انہوں نے ایک کتاب لکھی ہے۔ اس کا نام "فصوص الحکم" (حکمت کے ٹکٹے) ہے۔ وہ اس کتاب میں ہر زمانے اور ہر قوم میں آئے ہوئے نبیوں کے متعلق حکمت سے بھرے ہوئے جملے لکھتے چلے گئے ہیں۔ لیکن اسے پڑھ کر یہ معلوم کرنا کہ وہ پوری بات کیا کہنا چاہتے ہیں مشکل ہے دوسرے بزرگ ہمارے امام ولی اللہ دہلوی ہیں۔ امام صاحب اپنی کتاب "تادیل الاعدادیت" میں سب سے پہلے یہ بات صاف کرتے ہیں کہ کائنات میں انسانیت کا کیا مقام ہے۔ پھر حضرت آدم سے لے کر حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک جتنے نبی گزرے ہیں۔ ان کے زمانے کے تاریخی پائے ہوئے واقعات کا ذکر کرتے ہیں۔ پھر دکھاتے ہیں کہ پہلے زمانے کی شریعت ان ترقی پائے ہوئے حالات میں لوگوں کی ضرورتیں پوری نہیں کر سکتی تھیں۔ اور ساتھ ہی

وہ قاعدہ سے بھی بناتے ہیں جن کے مطابق ان بدلتے ہوئے حالات میں نئی شریعت آنی چاہیے تھی۔ چنانچہ اگلے نبی کے زمانے میں ویسی ہی شریعت آجانی ہے۔ اس کتاب کو دو چار بار سمجھ کر پڑھ لینے سے اب معلوم ہونے لگتا ہے جیسے فوت کا سالہا سالہ ایک آدمی کی شریعت ہے۔ جسے ٹکڑے ٹکڑے کر کے اس کی زندگی کی مختلف منزلوں کے لیے تقسیم کر دیا گیا ہے۔ اس سالہ مطالعے کے بعد انسانی نسل کی تمام بڑی بڑی تحریکوں پر سوچ بچار کہہ کے انسان سمجھ سکتا ہے کہ انسانیت کی ترقی کے لئے ہرگز کس طرح بنایا جاسکتا ہے۔ اگر کوئی سوچا ہو اور وہ کرم موجود ہو تو یہی عقلمندی اسے چلانے میں کام آسکتی ہے۔ شریعتوں کے بننے کی تاریخ اس طرز پر آج تک کسی فلسفی نے نہیں لکھی۔ اس کے بعد امام صاحب نے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیدا کئے ہوئے انقلاب کی تاریخ لکھی ہے اور اس میں یہ اعلیٰ درجے کی عقلمندی دکھائی ہے کہ اس انقلاب کے پہلے ۵۰ سال کو جس میں یہ انقلاب بین الاقوامی درجے پر مکمل ہوا۔ "بہترین زمانہ" (خیر القرون) قرار دیا ہے۔ اور بعد کے زمانے کو اس میں شامل کرنے سے صاف انکار کر دیا ہے۔ کیونکہ اس کے بعد انقلاب ختم گیا۔ اور جھگڑے پیدا ہو گئے۔ وہ ان جھگڑوں کو آنے والے انقلابیوں کے لئے نمونہ بننے نہیں دیتے بلکہ نمونہ اس دور کو بناتے ہیں۔ جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جماعت میں رقی سبھی اختلاف نہیں ہوا۔

## علم حدیث

امام ولی اللہ دہلوی نے جہاں قرآن حکیم کی اتنی بڑی خدمت کی وہاں انہوں نے حدیث کے علم کی بھی خوب جہان بین کی۔ اور بتایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کچھ فرمایا اور کیا وہ قرآن حکیم کی کسی نہ کسی آیت کے مطابق ہے۔ قرآن سے الگ نہیں ہے۔

انہوں نے حدیثوں کے تمام مجموعوں کی خوب اچھی طرح حیران بین کر کے فقط ایک کتاب چھی اس کا نام خط امام مالک ہے۔ اسے حدیث کی تمام کتابوں پر ترجیح دی۔ یہ وہ کتاب ہے حدیثوں کے سلسلے میں سب سے پہلے لکھی گئی ہے۔ اور اس میں وہی باتیں آئی ہیں جن پر بدینے والوں نے عمل کیا ہے جہاں آنحضرت نے اپنی پاک زندگی کا براہِ حقہ قرآن کی حکومت قائم کرنے کے بعد گزارا اور جو قرآنی انقلاب کا سب سے پہلا نمونہ بنا۔ پھر اس کتاب کی تمام حسیں حضرت عمرؓ سے یا آپ کے عمل سے لی گئی ہیں۔ امام صاحب

نے قرآن حکیم کے بارے میں یہ قرار دیا تھا کہ اس کے صرف حکموں کی عملی شکل سمجھنے کے لئے کسی یا ہر کی چیز کی ضرورت ہے۔ ورنہ یہ کتاب اپنا مطلب آپ سمجھا دیتی ہے۔ اس لئے حکموں کی عملی شکل دیکھنے کے لئے مؤطا کا پڑھ لینا کافی ہے۔ چنانچہ آپ نے اس کتاب کو اتنا ضروری سمجھا کہ اس کی دو شریعتیں لکھیں۔ ایک عربی میں اور دوسری فارسی میں یہ بھی امام صاحب کا اتنا اثر امام ہے کہ اس کی جتنی قدر کی جائے کم ہے۔ اس سے قرآن کی عزت علمی دنیا میں بہت بڑھ جاتی ہے۔ مؤطا کے علاوہ آپ نے بحاری شریعت کے ابواب کے عنوانوں کی حکمت میں ایک رسالہ لکھا۔ جس کا نام "شرح تراجم ابواب بخاری" ہے۔

## علم امر دین

اس سلسلے میں آپ کی سب سے معرکہ آلا کتاب "حجۃ اللہ البیضاء" ہے۔ جو آپ کا شاہکار ہے۔ سالہ اسلامی لیٹرچر میں ایک بے نظیر چیز ہے۔ اس میں فلسفہ شریعت یعنی علم امر دین پر سیر حاصل بحث ہے۔ اور اس کے اصول وضع کئے ہیں۔ آخر میں اسلامی اصول قانون سازی کی تاریخ پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ اور بعض نہایت دلچسپ اور نادر تاریخی حقائق و اشکات کے کئے گئے ہیں۔ اس کتاب کی دوسری جلد میں ان اصول پر جو جلد اول میں بیان کئے گئے ہیں، سارے مفہر حدیث وغیرہ حدیث نبوی کی تشریح کی گئی ہے۔ اور بیچ میں مابین ان اصول و نکات بیان کئے گئے ہیں۔

## قانون سازی

اسلام کے سیاسی نظام میں قرآن حکیم کو بنیادی چیز ثابت کرنے کے بعد امام صاحب کے نزدیک یہ ضروری تھا کہ کوئی ایسی مرکزی چیز تلاش کرے جسے قرآن حکیم میں سے قانون بنانے کے لئے نمونہ بناتے اس سلسلے میں انہوں نے قرآنی انقلابی حکمت کے دو سرخند حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مرکز بنایا حضرت عمرؓ نے جس طرح حکومت چلائی اور اس کے جس طرح قانون بنائے ان کا پورا ذکر اپنی کتاب "الذالۃ الخلفاء" کے باب حصے میں کیا۔ حضرت عمرؓ بزرگ میں جو نمونے کی انقلابی حکومت میں رائے دینے اور قانون بنانے میں بعینہ مرکز ہے۔ اسلئے یہ کہا جاسکتا ہے کہ تاریخ اسلام کے اس بہترین زمانے میں جس قانون سازی پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے انقلابی ساتھی (صحابہ کرام) جمع رہے۔ وہ حضرت عمرؓ کا طریقہ تھا۔ بعد میں بھی بڑے بڑے عالموں نے قانون سازی کے لئے ڈھنگ اختیار کئے۔ ان میں سے امام مالکؒ سب سے سیدھے حضرت عمرؓ سے لیتے ہیں۔ (باقی صفحہ ۱۲ پر)



# اسلامی برادری

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ سب مومن بھائی بھائی ہیں۔ یعنی ان کے درمیان اگر کوئی پیڑرشتہ و اتحاد کا ذریعہ بن سکتی ہے۔ تو وہ فقط ایمان ہے۔ ان کی نظر میں خون، مناکحت، خاندانی اولہ نسلی تعلق کی کوئی قدر و قیمت نہیں اللہ تعالیٰ نے نوح علیہ السلام کے لیے کو ان کا عمل تصور کرنے سے انکار فرمادیا۔ اس لئے کہ اس کے اندر ایمان نہ تھا۔ اسی طرح ایمان کے فقدان کے باعث نوح علیہ السلام اور لوط علیہ السلام کی بیویوں کو ان کے معاملہ میں خائن قرار دے کر جہنم رسید فرمانے کا صاف اعلان فرمادیا اسی بنیاد پر ابراہیم علیہ السلام کی درخواست کے باوجود ان کے باپ کو جہنم میں ڈالنے کا اعلان فرمادیا۔ ان کے خلاف ایمان کے باعث فرعون کی بیوی کی مغفرت کا قرآن میں ذکر موجود ہے۔ قرآن میں دوسری جگہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ کہ آپ ان لوگوں کو جو اللہ اور رسول اللہ پر ایمان لاتے ہیں۔ اللہ اور اللہ کے رسول کے مخالفین کے ساتھ دوستی رکھتے ہوئے برگزیدہ بنائیں گے۔ اگرچہ وہ ان کے باپ بیویں، یا بیٹے یا رشتہ دار۔ گویا کہ اسلام نے سب رشتہ فروعہ صرف ایمان کا ایک شے قائم رکھا ہے۔

موجودہ زمانہ میں ایمان کا رشتہ ثابت نہیں تو کم باب ضرور ہے۔ اگر کسی برادری میں کوئی ایک شخص موجود ہو جو اس رشتہ کو ترجیح دینا چاہے تو اس کی چالوں طرف سے مخالفت ہونے لگتی ہے۔ اس صورت میں اس کے لئے دو ہی راستے کھلے رہ جاتے ہیں۔ یا تو سب کو چھوڑ کر کسی ایسی جگہ چلا جائے جہاں ایمان والوں کی برادری اسے مل جائے مگر اس آسمان کے نیچے اور اس زمین کے اوپر اس کو ایسی برادری نہیں ملے گی۔ افراد ضرور مل جائیں گے یا پھر اپنے ایمان کو خطرہ میں ڈال کر انہیں میں اپنی بقیہ زندگی گزار دے سو فیصد مسلمان دوسری صورت اختیار کر لیتے ہیں

ہم عرض کر چکے ہیں کہ مضبوط ایمان والے افراد موجود ہیں۔ اگر کسی طرح ان کو اکٹھا کر کے ان کی علیحدہ برادری بنادی جائے تو تھوڑے ہی عرصہ میں مسلمانوں کی حالت بدل جائے گی۔ ایسا کرنے کے کئی طریقے ہیں۔ ان میں سے ایک طریقہ یہ ہے کہ اس قسم کے افراد نکاح کے معاملہ میں حضور کے ارشاد کے مطابق نفی و دین کو وجہ

ترتیب بنائیں۔

آج بوقت روزہ ۷ خدام الدین لاہور مسمن میں تار میں کرام کی خدمت میں ایک سکیم پیش کرتا ہے۔ بفضلہ تعالیٰ اگر اس پر عمل ہونے لگے تو یہ احیائے دین کے سلسلہ میں ایک مبارک اقدام ہوگا۔

حضور نے بھی ہجرت کے بعد ایمان کی بنیاد پر انصار و مہاجرین کی ایک نئی برادری بنائی تھی۔ اس کو اسلام میں ہواخا کا نام دیا گیا ہے۔

## سیکیم

دفتر بوقت روزہ ۷ خدام الدین لاہور دوسری رکھیگا۔ ایک میں ان والدین کے نام و پتے شے پو کے جن کو اپنی لڑکیوں کے لئے خلق و دین کے حامل لڑکوں کی ضرورت ہوگی۔ دوسرے میں ایسے والدین کے نام و پتے شے پو کے جن کو اپنے لڑکوں کے لئے دیندار لڑکیوں کی ضرورت ہوگی۔ خواہشمند حضرات کو جوابی نفاذ آنے پر ان کے حسب منشاء لڑکیوں کو والدین کا مکمل پتہ بھیج دیا جائے گا۔ اس کے بعد یہ ان حضرات کی اپنی ذمہ داری ہوگی۔ کہ مناسب تحقیق کر کے فیصلہ کریں۔ ادارہ کسی قسم کی ذمہ داری لینے کے لئے تیار نہیں۔ مذکورہ بالا احیاءوں کے لئے ضرورت مند حضرات کو مندرجہ ذیل امور کے متعلق دفتر کو اطلاع دینا کرنی ہوگی۔

- (۱) والد یا سرپرست کا نام و موجودہ پتہ
- (۲) مستقل پتہ
- (۳) ذات
- (۴) مقامی یا پناہ گزین
- (۵) اگر پناہ گزین۔ یہ تو بھلا پتہ۔
- (۶) لڑکے کی عمر

- (۷) لڑکے یا لڑکی کی دینی تعلیم کہاں تک ہے۔
- (۸) لڑکا اگر ملازمہ بیوہ اس کی یا بیواہ آمدنی۔
- (۹) لڑکا یا لڑکی ممتاز اور باقی ارکان اسلام کی پابندی کہاں تک کرتے ہیں۔
- (۱۰) اگر کسی عالم یا صوفی سے وابستگی ہو تو ان کا مکمل پتہ۔

- (۱۱) والد یا سرپرست کے دو تین نزدیک رشتہ داروں کا مکمل پتہ۔
- (۱۲) دیگر رشتہ دار حضرات کے مکمل پتے جو والد کے متعلق کچھ معلومات رکھتے ہوں۔

## بقیہ امام شاہ ولی اللہ دہلوی

امام شافعی کا ہی سالہ سربراہ حضرت امام مالک سے لیا گیا ہے۔ اور حنفی سکول بھی اصل میں امام مالک ہی سے لیا ہے۔ پاکستان میں اچھا قانون بنانے کے لئے۔ امام مالک کی کتاب اور اس پر امام ولی اللہ کی شہرہ میں پیچیدہ مفید ثابت ہو سکتی ہیں۔ اس سلسلے میں بھی ہم امام صاحب کے بے حد احسان مند ہیں۔

امام ولی اللہ دہلوی نے فقہ علم فقہ کی خدمت کے سلسلے میں بھی بہت کام کیا۔ حجتہ اللہ الباقیہ اگرچہ بظاہر علم اسلام دین کی کتاب ہے۔ لیکن غور سے مطالعہ کیا جائے تو فقہ کے باب میں بھی اس میں بہت سی مفید باتیں موجود ہیں۔ اور جلد دوم میں جا بجا فقہی مسائل پر نہایت دلنشیں بحثیں موجود ہیں۔ جن کے ساتھ حکمت بھی شامل کر دی گئی ہے۔

فقہ کے متعلق امام صاحب نے ایک مختصر رسالہ ۷ انصاف فی سبب الاختلاف بھی لکھا ہے۔ جس میں حضرت ہی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے سے لے کر پانچویں صدی ہجری (بارہویں صدی عیسوی) تک حدیث کی کتابوں کی تصنیف و تالیف اور فقہ کے مختلف لوگوں کے وجود میں آنے پر بحث کی ہے۔ یہ کتاب سنی میں ہے۔

## مکتبہ خدام الدین لاہور

مذہب اور تاریخ اسلام کے متعلق ہر قسم کی کتابیں مکتبہ خدام الدین لاہور سے بازار سے ازاں قیمت پر مل سکتی ہیں۔



# حقیقی انسان

(از جناب چوہدری عبدالرحمن خاں صاحب)

انسان اس گوشت، پوست، و دھڑیوں کے مجموعے کا نام نہیں۔ یہ تو انسانی ڈھانچہ ہے۔ انسانیت اسی کے اندر آئے گی۔ انسانیت کیا چیز ہے؟ یہ قانون قدرت ہے کہ دنیا میں بھجوانے سے قبل ہر لطیف چیز پر ایک کثیف چیز کی غلات چڑھا دیتے ہیں۔ دونوں اکٹھی ہوں تو ایک ہی نام پانی ہی جلیحہ علیحدہ ہو جائیں تو لطیف چیز کو وہ نام دیا جاتا ہے۔ کثیف چیز کو کوئی عقلمند اس نام سے یاد کرنے کے لئے تیار نہیں ہوتا۔ اس کو ذرا درخ کر کے لیے۔ دام کی مثال پیش کرنا پڑتا ہوں۔ اس میں دو چیزیں ہیں۔ ایک مغز اور دوسرا جھڈکا۔ دونوں اکٹھی ہوں تو یادام ہی کہلاتی ہیں۔ اگر توڑ کر مغز کو علیحدہ کر لیں تو مغز ہی کو یادام کہیں گے۔ کوئی عقلمند انسان جھڈکے کو یادام کہنے کے تیار نہ ہوگا۔

بعینہ بھی حال حضرت انسان کا ہے۔ اس کے اندر دو چیزیں ہیں۔ ایک جسم اور دوسری روح دونوں کا اتصال ہو تو مجموعہ کو انسان کہتے ہیں۔ اگر روح جسم سے علیحدہ ہو جائے تو جسم کو کوئی انسان نہ سمجھے گا۔ یہ تیار نہ ہوگا۔ موت کے معنی فنا نہیں بلکہ روح کا جسم سے علیحدہ ہونا ہے۔ مرنے والے کا تمام جسم پاؤں کے ناخنوں سے سر کے بالوں تک پورے کا پورا رکھا ہوتا ہے۔ مگر بیوی روتی ہے کہ میں بیوہ ہو گئی۔ ماں مین کرتی ہے کہ میرا بخت جگر چل بسا۔ بچے پیچھے ہیں کہ ہم یتیم ہو گئے اس وقت یہ عقدہ حل ہوتا ہے کہ دراصل انسان روح کا نام ہے۔

(۲) دوسری بات جو قابل غور ہے وہ یہ ہے کہ جسم عناصر اربعہ سے بنا ہوا ہے۔ اس کی مرفوعات طبع اسی جہاں کی پیداوار ہیں۔ اس کے راحت و رنج کے سامان بھی زمین سے پیدا شدہ چیزیں ہیں۔ روح عالم بالا سے آئی ہوتی ہے اور اس کی راحت و رنج کا اشیاء و مہیں کی چیزیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ چونکہ رب العالمین ہے۔ اس لیے وہ دونوں کی تربیت کا ذمہ دار ہے۔ جسم کے لیے طرح طرح کے میوہ جات اور ترکاریاں پیدا کرنا ہے۔ اور روح کے لیے آسمان سے ذکر الہی پھونکا۔ نازل فرماتا ہے۔ کسی زمانہ میں اس پر ذکر نام

توراة۔ کسی میں انجیل۔ کسی میں زبور۔ کسی میں مصحف ابراہیم تھا۔ اب اس پر ذکر نام کا نام قرآن حکیم ہے ان آسمانی صحیفوں کا نزول اللہ تعالیٰ کی ربوبیت کا تقاضا تھا۔ بادشاہوں کا یہ قاعدہ ہے کہ وہ جب کسی جانور، درندہ یا چوپائے کو قید کر کے رکھتے ہیں تو اس کو وہی خوراک ہم پہنچاتے ہیں جو وہ اپنے اصلی وطن میں کھاتا ہے۔ چڑیا گھر میں جا کر دیکھئے۔ شیر۔ چیتا کے لیے گوشت۔ آبی جانوروں کے لیے تالاب اور ہرن وغیرہ کے لیے سبز گھاس مٹی کی جاتی ہے۔ آسمان کے رہنے والوں کی غذا ذکر الہی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے روح کو آسمان سے قید کر کے جب اس کو دنیا میں بند کیا تو یہاں بھی اس کی غذا کا بندوبست فرمایا۔ یعنی اس کے لیے ذکر الہی کا پر ذکر نام مرحمت فرمایا۔ نماز اس کا مختصر سا خاکہ ہے۔ جس طرح جسم کو بھوک و پیاس وغیرہ محسوس ہوتی ہے۔ اسی طرح روح کو بھی بھوک مٹی ہے۔ گو یا روح کی فطرۃ کا یہ تقاضا تھا کہ اس کو خوراک جیہاں کی جائے۔ اگر جسم پیار ہو تو لذت کھانے اس کے لیے بیکار ہوتے ہیں۔ اسی طرح اگر روح پیار ہو تو اس کے لیے نماز وغیرہ سب بے معنی۔ جن لوگوں کو نماز کی ضرورت محسوس نہیں ہوتی وہ روحانیت کے لحاظ سے صاحب فزاش ہیں۔ ان کو طیب روحانی کی ضرورت ہے۔ اگر وہ علاج نہیں کر لیتے تو وہ روح پر ظلم کر رہے ہیں۔

(۳) یہ قانون قدرت ہے کہ ہر بچہ دنیا میں قبولیت حق کی استعداد ماہ کے بیٹ سے لے کر آتا ہے۔ جن کی یہ استعداد محض طور ہوتی ہے۔ ان کا شیشہ قلب صاف ہوتا ہے۔ وہ اس کے باعث انبیاء کی آواز پر فوراً لبیک کہتے ہیں۔ ان کی مثال بچہ کی سی ہوتی ہے جو پانی کی آواز سن کر فوراً اس طرف دوڑ پڑتا ہے۔ وہ حق کو اس طرح جذب کر لیتے ہیں۔ جس طرح ریت پانی کو۔ تہی کی باتیں ان کو اس طرح محسوس ہوتی ہیں کہ گویا یہ ان کے دل کی باتیں جو نبی کی زبان فیضِ نزہان سے نکل رہی ہیں۔ یہ استعداد گناہوں کی شامت کے باعث ضائع ہو جاتی ہے۔ اس صورت میں انبیاء کی آواز ان کے حق میں صدائے شراکت ہوتی ہے۔ اگر

اس میں ذرا بھرا استعداد باقی ہے تو انبیاء کی صحبت میں گناہوں کی راگھڑ جاتی ہے اور اندر سے استعداد کی چمک دھڑکی آتی ہے۔ اس قسم کے روحانی مریضوں کے لیے انبیاء طیب روحانی ہوتے ہیں ان کے دنیا سے رخصت ہو جانے کے بعد ان کے عرفان سے کے غلام روحانیت کے معالج ہوتے ہیں۔ انہیں حضرات کو ادبیاء کرام یا صوفیاء عظام کہا جاتا ہے۔ ان کے متعلق اقبال کی رائے ملاحظہ ہو مگر جن لوگوں کی روحانیت فنا ہو چکی ہے۔ ان کو اقبالیہ کے کلام میں اس قسم کی چیزیں نظر نہیں آتی۔ جلا سکتی ہے شیعہ کشتہ کو موج نفس ان کی الہی کیا چھپا ہوتا ہے اہل دل کے سینوں میں نہ پوچھو ان ختم پوشوں کی اداوت ہو تو دیکھنا کہ بددینہ لائے پھرتے ہیں اپنی آستینوں میں متناد و دوزخ کی ہوتو کہ خیریت فقیروں کی نہیں ملتا یہ گوہر بادشاہوں کے خزینوں میں کسی ایسے شہر سے بھونک اپنے خرینہ دل کو کہ خورشید قیامت بھی ہو تیرے خوشہ چنیوں میں انبیاء کی طرح ان کی صحبت میں بھی انسانوں کی حالت میں انقلاب آجاتا ہے۔ نظام عادل فاضل۔ خدا کر اور بے دین دنیا دار ہوجاتے ہیں۔ یہی ان کی پہچان ہے۔ ان میں بعض ہر وہ ہے جو ہوتے ہیں۔ درحقیقت اقبال نے انہیں کے خدمت آواز طبع کی تھی۔ اقبالیہ سے ہزاروں برس قبل حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم ان کے متعلق فرماتے ہیں کہ بدترین انسان علماء ہی ہونگے اور بدترین بھی انہیں میں نہیں گئے۔

یہ اسی گروہ کی خصوصیت نہیں بلکہ ہر ایک گروہ میں بھی ہوتا ہے۔ وکلاء۔ اساتذہ۔ تلامذہ۔ زمیندار۔ تجار۔ وغیرہ ہر ایک پیشہ میں آپ کو بعض اچھے اور بعض بُرے ملیں گے۔ اچھوں کی کمی اور ہول کی اکثریت ہوگی۔

(۴) اللہ تعالیٰ کی مخلوق لامتناہی ہے۔ لیکن تین بڑی قسمیں یہ ہیں:-

(۱) حیوانات (۲) انسان (۳) ملائکہ

ملائکہ میں عبدیان کا مادہ ہی نہیں۔ وہ بالکل معصوم ہیں۔ وہ ملکیت جسم ہیں۔ حیوانات میں بہیمیت ہی بہیمیت ہے۔ ان میں ملکیت نام و نشان نہیں۔ اس کے نیچے حیوانات اور اوپر ملائکہ ہیں۔ یعنی یہ دونوں کا مجموعہ ہے۔ انسان دونوں کے میں ہیں۔

کھانا۔ پینا۔ نرمادہ کامل جس کو رہنا۔ مگر رہنا بچے جننا اور ان کو پالنا یہ بہیمیت ہے۔ جس میں انسان حیوانات کے مشابہ ہے۔



حقیقت یہ ہے کہ انسان خدا کی یاد میں مصروف نظر کرے اس میں یہ ملائکہ سے جانتا ہے۔  
حقیقی انسان کھانے کا وہی شخص متفق ہے جو جسم اور روح دونوں کے پروگرام کو نبھاتا ہے اگر کھانا پینا گھر بنانا۔ بچے جنم اور ان کو پالنا ضروری ہیں تو ساتھ ساتھ عبادت کا بیج وقت پر دگرگام بھی نبھانا لازمی ہے۔

(۵) جیسا کہ پہلے ثابت ہو چکا ہے کہ انسان روح کا نام ہے۔ اور یہ ملائکہ اور حیوانات کے ہیں ہیں اس کی ترقی یہ ہے کہ ملائکہ سے جائے اور اس کا منزل یہ ہے کہ حیوانات سے ملحق ہو جائے۔ اب اس آئینہ میں موجودہ جذبہ دنیا کا منہ دکھایا جائے تو معلوم ہوگا کہ جس کو ترقی کہا جاتا ہے وہ ترقی نہیں منزل ہے۔ جو کچھ مٹا جسم کے لئے بڑا سپر پیدل سفر ہوتا تھا۔ اور اب مہمانی جہاز پر سفر ہو رہا ہے۔ حقیقی انسان یعنی روح کے لیے کیا کیا گیا۔ برصغیر کے سالانہ عام ہو گئے۔ اقبال کی دور بین نگاہ نے اس کو کچھ پہلے ہی دیکھ لیا تھا۔ اس لیے وہ اس دور ترقی کے مرتب فرما گئے ہیں

جہاں سارا بیک میخانہ ہر کوئی بادہ خوار ہوگا  
اب یہ چیز حقیقت بن کر ہماری آنکھوں کے سامنے آچکی ہے

انبیاء حقیقی انسان ہوتے ہیں۔ ان کے بعد ان کے تربیت یافتہ اولیاء کرام حقیقی انسان ہوتے ہیں۔ انہیں کے متعلق کسی نے کیا خوب کہا ہے  
فرشتوں سے بہتر ہے انسان بننا  
مگر اس میں پڑتی ہے محنت زیادہ

## بقیہ ابن سابط (مٹے آگے)

ہیکڑ ثابت ہوگا۔ تو اس کے تیز ادب بے رکام جذبات سخت مشعل ہو گئے۔ وہ دل می دل میں اس مکان کے رہنے والوں کو گدیاں دینے لگا۔ جو اپنے مکان میں رکھنے کے لیے قیمتی اشیاء خزانہ نہ کر سکے۔ ایک فلسفہ انداز خود اس کے لیے درد انگیز نہیں ہوتا۔ جس قدر اس جہد کے لیے صورت کے پچھلے پر مال و دولت تلاش کرتا ہوا اپنیجنت ہے۔ اس میں بے شک لپٹنے کے بہت سے تھان ہیں موجود تھے، اور وہ کتنے ہی میرٹھے اعداد نے اس کے کیوں نہ ہوں۔ مگر پھر بھی اپنی قیمت رکھتے تھے۔ لیکن مشکل یہ تھی کہ ابن سابط تہذیب کا کہ دو ہاتھوں کی جگہ صرف ایک ہاتھ رکھتا تھا۔ وہ ہزار ہمت کرتا، مگر اتنا بڑا بوجھ اس کے سنبھالنے سنبھل نہیں سکتا تھا۔ وہ تھانوں کی موجودگی پر معترض نہ تھا۔ ان کے وزن کی گرانہ اور اپنی جھوری پرست تھا۔ اتنی وزنی چیز چرا کر لے جانا آسان نہ تھا۔

”ایک ہزار لغت کتب اعداد اس کے تمام باشندوں پر“ وہ اندر ہی اندر بڑبڑانے لگا۔ نہیں معلوم یہ کون احسن ہے جس نے یہ ملعون تھان جمع کر رکھے ہیں غالباً کوئی تاجر ہے لیکن یہ عجیب طرح کا تاجر ہے جسے بغداد میں تجارت کے لیے آمد کوئی چیز نہیں ملی اتنا بڑا مکان بن کر اس میں گدھوں اور چروں کی بھولی بندنے کا سامان جمع کر دیا۔ اسے اپنے ایک ہی ہاتھ سے ایک تھان کی ٹیڑی ٹیڑی کر پیمائش کی۔ بھلا یہ ملعون بوجھ کس طرح اٹھایا جاسکتا ہے۔ ایک تھان کے اٹھانے سے لیے گئی کر دس گدھے ساتھ لے جاتے ہیں۔ لیکن بہر حال کچھ نہ بچھ کر ضروری تھا۔ رات جا

رہی تھی اور اب وقت نہ تھا کہ دوسری جگہ تکی جاتی اس نے جلدی سے ایک تھان کھولا۔ اندر سے فرش پر بچھا دیا۔ پھر کوشش کی زیادہ سے زیادہ تھان جو اٹھائے جاسکتے ہیں اٹھائے۔ لیکن یہ تھی کہ مال کم قیمت مگر بہت زیادہ وزنی تھا۔ کہ لیتے تو بیکار رہے۔ زیادہ لیتے تو لے جائیں سکتا۔ عجیب طرح کی کش مکش میں گرفتار تھا۔ ہر حال کسی نہ کسی طرح یہ مرحلے طے ہوا لیکن اب دوسری مشکل پیش آئی۔ موند کہ کپڑا بے صورت ہوتا۔ اسے مروڑ دے کر گدھ دکانا آسان نہ تھا۔ دونوں ہاتھوں سے بھی یہ کام مشکل تھا۔ چو جائے گا کہ ایک ہاتھ سے؟ بلاشبہ اس کے پاس ہاتھ کی تڑ پانوں ایک نہ تھا۔ دو تھے۔ لیکن وہ بھگنے میں مدد دے سکتے تھے۔ صوف کی گھڑی ہانڈھنے کے لئے سو مندر تھا۔ اس نے بہت سی تجویزیں سوچیں۔ طرح طرح کے تجربے کئے۔ دانتوں سے کام لیا۔ کٹی ہوئی کھنٹی سے سرا دیا۔ لیکن کسی طرح بھی گھڑی میں گرہ نہ لگ سکی۔ وقت کی مصیبتوں میں تاریکی کی شدت نے اور امانہ کر دیا تھا۔

اندرونی جذبات کے ہیجان اور بیرونی فصل کی بے سود محنت نے ابن سابط کو بہت جلد تھکا دیا۔ وقت کی کمی۔ عمل کا مدت مدتی خوف۔ مال کی گرانی محنت کی شدت اور فائدہ کی قلت اس کے دماغ کے لئے تمام محال تائثرات جمع ہو گئے تھے۔

اچانک وہ چونک اٹھا۔ اس کی تیز قوت سماعت نے کسی کے قدموں کی نرم آہٹ محسوس کی ایک لمحہ تک خاموشی رہی۔ پھر ایسا محسوس ہوا جیسے کوئی آدمی دروازہ کے پاس کھڑا ہے۔ ابن سابط کھڑا کر اٹھ کھڑا ہوا۔ مگر قبل اس کے کہ وہ کوئی حرکت کر سکے دروازہ کھلا۔ اور روشنی نمایاں ہوئی۔ خوف اور دہشت سے اس کا خون منجمد ہو گیا۔ جہاں کھڑا تھا وہیں قدم گر گئے۔ نظر اٹھا کر دیکھا تو سامنے ایک شخص کھڑا ہے۔ اس کے ہاتھ میں شمع دانی ہے اور اسے اس طرح اونچا کر رکھا ہے کہ کمرے کے تمام حصے روشنی ہو گئے۔ (باقی اگلے شمارے میں)

## جیت دنیا؟

ہوشیار اے ساکن دارا محن! سیکھو اس راہ میں ہیں راہزن!  
چال اچھی، نیک کہ اپنا چین اصل شے ہے یاد رہے تو من

جیت دنیا از خدا غافل بن

ہے یہ ارشاد رسولِ فدا سن کشت زاید آخرت ہے یہ چمن!  
گو ہے خاستانِ آلام و محن یاد رکھ نامِ چپا کہ یہ صحن

جیت دنیا از خدا غافل بن

نے قماشِ دلقہ و نسزدند و زن

نصرت امپوری

کیا اپنے

خدام الدین کی انشا میں حصہ لیا



# عذاب قبر کا ایک منظر

از حاجی کمال الدین لاہوری لاہور سکاؤٹس اسٹیشن  
مقیم شاہ علی لاہور

ہر شخص کی قبر روزانہ اعلان کرتی ہے کہیں  
بالکل تنہائی کا گھر ہوں۔ علیحدگی کی جسک ہوں  
اور سب سے الگ رہنے کا مکان ہوں۔ کیڑوں  
اور سانپوں اور کچھڑوں کا مقام ہوں۔ جب  
کوئی نیک مومن دفن ہوتا ہے تو قبر اسے کہتی  
ہے کہ تیرا آنا بڑا مبارک ہے۔ تیرے آنے سے  
بڑی خوشی ہوئی۔ جتنے لوگ میری پشت پر جلتے تھے  
اُن میں تو مجھے بہت پسند تھا۔ آج تو میری ماتحتی میں  
آیا ہے۔ اس لیے میں تجھے اپنا طرز عمل دکھاؤں گی۔  
اس کے بعد وہ اتنی وسیع ہو جاتی ہے کہ جہاں تک  
مردے کی نظر جائے وہاں تک زمین کھل جاتی ہے  
اور ایک کھڑکی جنت کی کھل جاتی ہے (جس سے  
وہاں کی خوشبو میں اور ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا میں آتی  
رہتی ہے) اور جب کوئی بدکار کافر دفن ہوتا ہے  
تو زمین اس سے کہتی ہے کہ تیرا آنا بڑا مبارک  
ہے۔ تیرے آنے سے بہت جی بُرا ہوا۔ جتنے  
لوگ میری پشت پر جلتے تھے تو اُن میں سے بہت  
سی بُرا لگتا تھا۔ آج تو میرے قبضے میں آیا ہے  
دیکھ میں تیرے ساتھ کیا سلوک کرتی ہوں۔ یہ کہہ کر  
مردے کی چڑیاں پسلیاں ایک دوسرے سے ایسی  
گھل جاتی ہیں۔ جیسے ایک ہاتھ کی انگلیاں دوسرے  
ہاتھ میں۔ اور ستر اڑھے اس کو ڈسنا شروع کر  
دیتے ہیں اور وہ ایسے زہریلے ہوتے ہیں کہ اگر ان  
میں سے ایک بھی زمین کے اوپر چھونک مارے  
تو قیامت تک زمین پر گھاس اگنا بند ہو جائے۔ یہ  
سب کے سب قیامت تک اس کو کاٹتے رہیں گے  
ارشادِ نبویؐ ہے:-

کہ قبر یا تو بہشت کے باغوں میں سے  
ایک باغ ہے یا دوزخ کے گردھوں  
میں سے ایک گردھا۔

حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ:-

ایک شخص نے حضورؐ سے دریافت فرمایا  
کہ یا رسول اللہؐ سب سے زیادہ سمجھدار  
اور سب سے حق آدہی کون ہے حضورؐ  
نے ارشاد فرمایا۔ جو شخص موت کو کثرت  
سے یاد کرے اور موت کے لیے ہر

وقت تیاری میں لگا رہے۔  
حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ ایک دفعہ جنتِ لائے  
کے ساتھ تشریف لے گئے اور قبرستان میں پہنچ کر  
علیحدہ ایک جگہ بیٹھ کر کچھ سوچنے لگے۔ کبھی نے عرض  
کیا۔ یا امیر المؤمنینؓ آپ تو اس جنازے کے  
ولی تھے۔ آپ ہی علیحدہ بیٹھ گئے۔ فرمایا ہاں۔ مجھے  
ایک قبر نے آواز دی اور مجھ سے یوں کہا کہ:-

اے عمر بن عبدالعزیزؓ تو مجھ سے یہ نہیں پوچھنا کہ  
میں ان آنے والوں کے ساتھ کیا کیا کرتی ہوں۔ میں  
نے کہا ضرورتاً اس نے کہا:-

ان کے کفن پھاڑ دیتی ہوں۔ بدن کے  
ٹکڑے ٹکڑے کر دیتی ہوں۔ خون چوس  
لیتی ہوں۔ گوشت کھا لیتی ہوں۔ اور  
تاؤں کہ آدمی کے جوڑوں کے ساتھ  
کیا سلوک کرتی ہوں؟ مونڈھوں کو باجوں  
سے جدا کرتی ہوں۔ اور باجوں کو پتھروں  
سے الگ کرتی ہوں۔ اور سرینوں کو بدن  
سے جدا کرتی ہوں۔ اور سرینوں کو پاؤں  
سے جدا کرتی ہوں اور رانوں کو گھٹنوں  
سے اور گھٹنوں کو پنڈلیوں سے اور  
پنڈلیوں کو پاؤں سے جدا کرتی ہوں۔

پھر سن کہ حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ نے گئے گئے اور  
فرمایا کہ دنیا کا قیام بہت ہی ٹھوڑا ہے اور اس کا  
دھوکا بہت زیادہ ہے۔ اس میں جو عزیز ہے وہ  
آخرت میں ذلیل ہے۔ اس میں جو دولت والا ہے  
وہ آخرت میں فقیر ہے۔ اس کا جوان بہت جلد  
پوڑھا ہو جائے گا۔ اس کا زندہ بہت جلد مر جائے گا۔  
اس کا مہلادی طرف متوجہ ہونا تم کو دھوکے میں نہ  
ڈال دے۔ حالانکہ تم دیکھ رہے ہو کہ یہ کتنی جلدی  
منہ پھیر لیتی ہے اور بے وقوف وہ ہے جو اس کے  
دھوکے میں پھنس جائے۔

کہاں گئے وہ مالدار جنہوں نے بڑے بڑے  
عالیشان شہر آباد کئے۔ بڑی بڑی کشادہ نہریں نکالیں  
خوشنما باغ لگائے اور سر بہ ناک عمارتیں کھڑی کیں  
اب دیکھو کہ مٹی نے ان کے بدنوں کا کیا حال کر  
دیا۔ کیڑوں نے کھا کھا کر ان کے جسموں کو چھین کر دیا

وہ لوگ دنیا میں اپنی اونچی مہر نیوں پر۔ عمدہ عمارتوں  
اور منعم نرم گدوں پر فخر کر رہے تھے اور غلاموں کے ذریعہ  
آرام کیا کرتے تھے۔ عزیز و اقارب۔ رشتہ دار  
اور بڑی ہمت و دولت و لداری کو تیار رہتے تھے۔ اب  
کیا ہو رہا ہے؟ آواز دے کر ان سے پوچھ کیا  
گزر رہی ہے۔ غریب و امیر۔ اور شاہ و گدا سب  
ایک میدان میں مٹی کی نیچے پڑے ہیں۔ اس  
مالدار سے پوچھ کہ اس کے مال نے کیا نفع دیا۔ اس  
کی زبان کا حال مت پوچھ جو بہت چمکی تھی۔ اس  
کی آنکھوں کو دیکھ جو ہر طرف دیکھتی تھی۔ اس  
کے نرم و نازک چہرے کا حال پوچھ کہ کیا ہوا؟  
اس کے نازک بدن کو معلوم کر کہاں گیا؟ اور  
کیڑوں نے ان سب کا کیا حشر کیا۔ ان کے رنگ  
کالے کر دئے۔ ان کا گوشت کھا لیا۔ ان کے منہ پر  
مٹی ڈال دی۔ اعضاء کو الگ الگ کر دیا۔ جوڑوں  
کو توڑ دیا۔

اب کہاں ہیں اُن کے غلام جو ہر وقت حاضر  
خدمت رہتے تھے۔ کہاں ہیں وہ ان کی کوٹھیاں  
اور بنگلے جن میں وہ آرام فرماتے تھے۔ کہاں ہیں  
ان کے مالی اور خزانے جن کو جوڑ کر رکھتے  
تھے۔ کہاں ہیں وہ ان کی دھاریں اور صدائیں  
جن پر بڑا ناز کر کے فرمایا کرتے تھے۔ بچوں کی  
نیست۔ اور کہاں ہیں ان کی کادیں اور ہوائی جہاز  
جن پر اُسے اڑے پھرتے تھے۔

انہوں نے اپنے انہوں نے اُن غلام اور غلاموں  
نے اس کو قبر میں کھانے کے لیے کوئی تازہ میوہ  
نہ دیا۔ اور اس کی قبر میں کوئی بستر۔ ٹکیہ اور چھوڑ  
بھی نہ دیا۔ بس یہی زمین پر ہڈیاں کر دیے  
آئے۔ کوئی درخت پھول پھلکاری بھی نہ لگا دی  
آہ! اب وہ بالکل اکیلے پڑے ہیں۔ دن کی رگڑا  
اور رات کی جاڑی نظر نہیں آتی۔ اندھیرا ہی  
اندھیرا نظر آتا ہے۔ ان کے لیے اب رات دن  
برابر ہیں۔

دوستوں۔ عزیزوں اور بیوی بچوں سے  
نہیں مل سکتے۔ کسی کو اپنے پاس بلا نہیں سکتے۔  
ہاتے ہاتے کیے نازک بدن مرد و عورتیں  
کی حالت میں پڑے ہوئے ہیں۔ ان کے ہاں  
بوسیدہ ہیں۔ ان کے اعضاء ایک دوسرے سے  
جدا ہو گئے ہیں۔ آنکھیں نکل کر منہ پر گر گئی ہیں  
گردن جڑا ہوئی پڑی ہے۔ منہ میں پانی اور پس  
بھرا ہوا ہے۔ اور سارے بدن میں کیڑے جل رہے  
ہیں۔ وہ تو اس حالت میں پڑے ہیں اور تھوڑے  
کی جوڑوں نے دوسرے نکاح کر لیے وہ منہ  
اٹھار رہی ہیں۔ بیٹوں نے مکان پر قبضہ کر لیا اور



# اخلاق منیرہ

ادریز سید عبدالحلیم صاحب لاہور

غلط کہتے ہیں پھیلاؤں احمدیہ وغیرہ ہوا مقبول عام اسلام اخلاق منیرہ! دنیا میں اخلاق کے انداز ایک مقناطیسی کشش موجود ہے کہ دوست دشمن پڑوسی و پنا اثریکیاں ڈالتی ہے۔ راجندر جی اگرچہ ہندوؤں کے ادا رہیں۔ لیکن ہر شخص ان کی شجاعت اور مال باب کی اطاعت کی تعریف کرتا ہے۔ اسی طرح ہمارے آقا نے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمن بھی آپ کے اخلاق حسنہ کے تنا خواں ہیں۔ یہاں میں چند باتیں نمونہ کے طور پر پیش کرتا ہوں۔ تاکہ حضور صلعم کے اعلیٰ اخلاق اور حیرت انگیز اثر کا اندازہ ہو سکے۔

۱۔ ایک بار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے یہاں کچھ لوگ مہمان آئے۔ آپ نے ہر ایک صحابی کے مکان پر ایک ایک مہمان بھیج دیا اور خوب خاطر تواضع کی طریقت فرادی مگر ایک کو جو شرارت اور برائی میں سب لوگوں میں مشہور تھا۔ کسی نے رکھنا پسند کیا۔ لہذا وہ آپ ہی کے یہاں ٹھہرا۔ حضور نے کھانا تیار کر دیا اور سب سب مہمان کے سامنے رکھ دیا۔ جسے اس نے اکیلے ہی کھالیا۔ اور اس رات آنحضرت اور آپ کے گھر کے لوگ بھوکے رہے۔ اس کے بعد سرکار نے علیحدہ مکان میں اچھے بستر پر اسے سلا دیا۔ رات کے وقت اس شخص کو بد مصیبت کی ترکان ہوئی اور رات بھر کو ٹھٹھکی کے اندر رنج حاجت کرتا رہا اور بستر کو بھی خواب کر دیا۔ صبح ہوتے ہی شرم کے مارے بغیر اطلاع کئے ہوئے وہاں سے چل دیا۔

حضور نے صبح کے وقت اس کو غائب پایا۔ اور کو ٹھٹھکی اور بستر کو غلاظت سے بھرا ہوا دیکھا۔ مگر آپ کو اس کی بڑی حرکت پر ذرا براہ ملامت نہ ہوا بلکہ اس انوس ہوا کہ بغیر اطلاع کئے چلا گیا۔ پھر خود اپنے ہاتھوں سے اس گندے بستر کو دھوئے لگے۔ اتنے میں صحابہ کرام تشریف لائے وہ اس شخص کی حرکت پر حفا ہوئے اور عرض کی کہ ہمارے مال باب حضور پر قربان۔ ہم آپ کے غلام حاضر ہیں۔ گندگی کو ہم دھوئیں گے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں وہ میرا مہمان تھا۔ اس لیے اس کو بستر میں ہی دھوؤں گا۔ جب وہ شخص کچھ دور گیا تو اسے اپنی تلوار یاد آئی۔ جس میں میرا لگا ہوا تھا۔ تلوار لینے کے لیے وہ شخص وہیں پہنچا۔ اور یہ دیکھ کر حضور صلعم خود ہی غلاظت کو عفات فرما رہے ہیں۔ وہ سخت نادم ہوا۔ اور کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو گیا۔

(۲) آپ کے ذمہ ایک یہودی کا قرض تھا مگر وہ وعدے کے روز سے پہلے آیا اور تقاضا کرنے لگا۔ سرکار نے نہایت نرمی سے اس کا جواب دیا۔ مگر وہ کہنت اس پر بھی برتا بھلا کہنے لگا۔ اس سے صحابہ کرام کو بہت غصہ آیا۔ خصوصاً حضرت عمر بہت جوش میں آ گئے۔ اور کہنے لگے مگر تو اس پاک مجلس میں نہ ہوتا تو میں تجھے مار ڈالتا۔ لیکن حضور نے حضرت عمر کو مخاطب فرمایا۔ بگڑنے کی کوئی وجہ نہیں بلکہ انصافاً مجھ سے یہ کہنا لازم تھا کہ قرض ادا کر دیا جاتے اور اس سے نرمی سے پیش آنے کی درخواست کرتے۔ اب اس کا قرض ادا کر دو۔ اور اس کو سخت و سست کہنے کے عوض کچھ دیر یہ زیادہ دیدو۔ یہودی یہ سنکر آنحضرت کے قدموں پر گر پڑا۔ اور کہنے لگا۔ بیشک آپ ہی وہ نبی آخر الزماں ہیں۔ جن کے متعلق ہماری کتابوں میں لکھا ہے کہ ایک ایسا پیغمبر پیدا ہوگا۔ جس کے ساتھ میں قدر سختی کی جائے گی وہ اسی قدر نرمی پائے گا۔ یہ کفر و شرک مٹانے اور اسلام کے پھیلانے کے لیے ہی نرمی اور رحمت کی آبدار تلوار برقی گئی تھی نہ کہ لوسہ اور فولاد کی شمشیر۔

دارتوں نے مال تقسیم کر دیا۔ مگر بعض خوش نصیب ایسے بھی ہیں جو اپنی قبروں میں بھی لذتیں اڑا رہے ہیں۔ تو تازہ چہروں کے ساتھ آرام و راحت میں ہیں لیکن یہ وہی لوگ ہیں جنہوں نے اس دھوکے کے گھر میں اس گھر کو یاد رکھا۔ اس کی امیدوں کو مقدم کیا اور اپنے لیے تو شہ جمع کر لیا۔ اور اپنے پیچھے سے پہلے جانے کا سامان کر لیا۔ اسے وہ شخص جو کل کو قبر میں ضرور جائے گا۔ تجھے آخر کس چیز نے دھوکے میں ڈال رکھا ہے کیا تجھے یہ امید ہے کہ یہ کم بخت دنیا تیرا ساتھ دے گی؟ کیا تجھے امید ہے کہ اس کوچ کے گھر میں تو ہمیشہ رہے گا۔ تیرے یہ خوشنما حلات و مکانات۔ یہ عالیشان کونٹھیاں اور زمینوں کے مرتبے۔ یہ تیری پیاری اولاد اور خوشیش و اقارب اور یہ تیرا خزانہ اور مال و متاع سب کچھ میں رکھا رہ جائے گا۔ جب ملک الموت آکر مسلط ہو جائے گا تو کوئی پسینہ اس کو نہ ٹھاسکے گی۔ پسینوں پر پسینے آنے لگیں گے۔ پیاس کی شدت پڑھ جائے گی۔ اور تو جان کنی کی سختی میں کروٹیں بدلتا ہوا رہ جائے گا۔ اسے وہ شخص جو آج مرتے وقت اپنے بھائی کی آنکھ بند کر رہا ہے۔ اپنے والدین کو اپنی نظروں کے سامنے ہوئے دیکھ رہا ہے اور کسی کو قبر میں اتار رہا ہے۔ یاد رکھ کل کو تجھے بھی یہی پیش آتا ہے۔ الغرض حضرت عمر بن عبد العزیزؓ نے اور بھی اس قسم کی باتیں فرمائیں۔ آخر میں مد شعر پڑھے جن کا ترجمہ یہ ہے۔

کہ آدمی ایسی چیز کے ساتھ خوش ہوتا ہے جو عنقریب فنا ہونے والی ہے۔ اور لمبی لمبی آرزوئیں اور مونس کی امیدوں میں مشغول رہتا ہے۔ اسے بے وقوف خواب کی لذتوں سے دھوکے میں نہیں پڑا کرتے۔ تیرا دل سارا غفلت میں گزرتا ہے اور تیری رات سوتے ہیں۔ موت تیرے اوپر سوار ہے۔ آج تو وہ کام کر رہا ہے کہ کل کو ان پر رنج کرے گا۔ دنیا میں جو پائے اس طرح زندگی گزارتے ہیں۔ جس طرح تو گزار رہا ہے۔

کہتے ہیں کہ اس واقعے کے بعد ایک کیفیت بھی نہ گزرا تھا کہ حضرت عمر بن عبد العزیز کا وصال ہو گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

## جواہر پارے

- (۱) وہ انسان پورا انسان نہیں ہے جو اپنا پیٹ تو بھرتا ہے۔ مگر اس کا ہمایہ بھوکا رہتا ہے۔
- (۲) بہترین شخص وہ ہے جس سے انسانیت کو فائدہ پہنچے۔
- (۳) جنت مال کے قدموں میں ہے۔
- (۴) مزدور کو اس کی مزدوری اس کا پسینہ خشک ہونے سے پیشتر دیا کرو۔
- (۵) بہترین دوست وہ ہے جو کہ بتاؤ اور چال چلن میں اچھا ہو۔
- (۶) وہ چیز جو کہ قانون کے مطابق ہے لیکن جسے خداوند تعالیٰ ناپسند کرتا ہے وہ طلاق ہے۔
- (۷) ضرورت منگی ادا کرو۔



## بقیہ خطبہ (دسویں آگے)

اگر ان حضرات میں مال اندیشی، نور اندیشی، معاملہ نہیں، وقتی حالات کی ابھی ہوئی گنتی کو سمجھانے کی عقل نہ ہوتی۔ تو یہ بڑے بڑے عقلاء زمانہ کے ساتھ ملکر لگا کر کیسے کامیاب ہو سکتے تھے۔ یہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا فیض صحبت ہی تھا۔ کہ صحابہ کرام جس طرح علم الہی میں اپنی نظیر آپ ہی تھے۔ اسی طرح عقلمندی میں ابھی اپنی نظیر آپ تھے۔

## صحابہ کرام کی دانشمندی

(۱)

فارس کی لڑائی کا ایک واقعہ۔ شام کی امدادی فوج کو قحطاع نے اس تدبیر سے روکا نہ کیا تھا کہ چھوٹے چھوٹے دستے کر دئے تھے۔ اور جب ایک دستہ میدان جنگ میں پہنچ جاتا تھا، تو دوسرا دستہ سے نمودار ہوتا تھا۔ اس طرح تمام دین فوجوں کا تانتا بندھا رہا۔ اور ایامیوں پر رعب چھا گیا۔ ہر دستہ لشکر اکبر کے نعرے مارتا ہوا آتا تھا۔ اور قحطاع اس کے ساتھ ہو کر دشمن پر حملہ آور ہوتے تھے۔ (ماخوذ از الفاروق ص ۹۹ جلد اول مطبوعہ تاج کمپنی لمیٹڈ۔)

(۲)

دچنکہ ایرانیوں کے لشکر میں ہاتھی تھے۔ اور عربی لشکر میں ہاتھی کوئی نہیں تھا۔ اس لئے ہاتھیوں کے لیے قحطاع نے یہ تدبیر کی۔ کہ اونٹوں پر بھول اور برقعہ ڈال کر ہاتھیوں کی طرح حبیب بنایا۔ یہ مصنوعی ہاتھی جس طرف رخ کرتے تھے۔ ایرانیوں کے گھوڑے بڑک کر سواروں کے قابو سے نکل جاتے تھے۔

(ماخوذ از الفاروق ص ۹۹) جلد اول مطبوعہ تاج کمپنی لمیٹڈ۔

(۳)

سعد بن ابی وقاص نے یہ دیکھ کر کہ ہاتھی جس طرف رخ کرتے ہیں۔ دل کا دل بچھٹ جاتا ہے۔ فتح و سلم وغیرہ کو چارہ سی تھے اور مسلمان ہو گئے تھے۔ بلا کہ پوچھا۔ کہ اس بلائے سیاہ کا علاج کیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ ان کی سوٹا اور آنکھیں بے کار کر دی جائیں۔ تمام غول میں دو ہاتھی نہایت حبیب اور کوہ پیکر اور گویا کل ہاتھیوں کے سردار تھے۔ ایک امیض اور دوسرا حرب کے نام سے مشہور تھا۔ سعد نے قحطاع۔ عاصم جمال۔ ربیع کو بلا کر کہا کہ یہ ہم نہارے ہاتھ ہے۔ قحطاع نے پہلے کچھ سوار اور پیادے بھیج دیے۔ کہ ہاتھیوں کو زخم میں کر لیں۔ پھر خود برچھا ہاتھ میں لیے پیل سفید کیطرت بڑھے۔ عاصم بھی ساتھ تھے (دونوں نے ایک ساتھ برچھے مارے۔ کہ آنکھوں میں پیوست ہو گئے تھے۔ ہاتھی جھرجھری لے کر پیچھے ہٹا۔ ساتھ ہی قحطاع

کی تلوار پڑی اور سونڈ مسک سے الگ ہو گئی۔ اور دھوڑی و جمال نے برب پر حملہ کیا۔ وہ زخم کھا کر بھاگا۔ تو تمام ہاتھی اس کے پیچھے ہو گئے اور دم کی دم میں یہ سیاہ بادل بالکل چھٹ گئے۔ (ماخوذ از الفاروق جلد اول مطبوعہ تاج کمپنی لمیٹڈ۔)

## تینوں کا نتیجہ

صحابہ کرام کی عقلمندی کے ہزاروں واقعات ہیں جن میں سے یہ تین بطور نمونہ عرض کیے گئے ہیں۔ عقل کے یہ گمراہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت کا فیض تھا۔ ورنہ حضور کی بعثت سے پہلے ان حجازیوں میں ایسی چیزوں کا نام و نشان بھی نہ تھا۔

## دو جماعتیں دین کی محافظ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دنیا سے رُہ پوش ہو جانے کے بعد جب تک خلافت علی مہاجر المہجرت رہی۔ اس وقت تک دین الہی کی حفاظت اور اس کی نشر و اشاعت کی ذمہ داری خلفاء کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور ان کے معاونین نے اپنے ذمہ لی۔ اور الحمد للہ کہ ان حضرات نے اپنی ذمہ داری کو خوب نبھایا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی برکت سے اسلام کو بام عروج پر پہنچایا۔ اللہ تعالیٰ ان کی قبروں پر کروڑوں رحمتیں نازل فرمائے۔ آمین یا اللہ العالمین۔ اسلامی سلطنت میں جب دورِ زوال آیا۔ اس کے بعد آج تک

## دو جماعتوں نے

اسلام کے جھنڈے کو اپنے ہاتھوں میں اٹھایا۔ اور وہی دو جماعتیں آج بھی اس جھنڈے کو اپنے ہاتھوں میں اٹھاتے ہوئے ہیں۔ اور وہ دو جماعتیں علمائے کرام اور صوفیائے عظام کی ہیں۔

## ہاتھ لنگن کو آرسی کی ضرورت نہیں

برادران اسلام! کیا آپ کو معلوم نہیں ہے کہ انگریز کی پچھلے سالہ حکمرانی ہند میں یہ پالیسی نہیں رہی ہے کہ ہندوستان سے اسلام کو مٹا دیا جائے۔ اور مسلمان کے دل سے اسلام کی عظمت کو نکال دیا جائے بلکہ خود مسلمان کے دل میں اسلام سے نفرت پیدا کر دی جائے۔ اور یہ فقط نام کے مسلمان رہیں۔ مگر اسلام کے کام کے نہ رہیں۔ جو لوگ انگریز کی سیادت سے واقف ہیں۔ وہ ہرگز ان چیزوں کا انکار نہیں کر سکتے۔

## اس کے بعد

انصاف سے کہئے۔ کیا ہندوستان (جس کا اب ایک حصہ پاکستان کہلاتا ہے) میں ہزار ہا حفاظ قرآن کا پایا جانا۔ ہزار ہا کتاب و سنت کے علماء کرام کا پایا جانا۔ ہر عرصہ

میں ہزاروں مدارس عربیہ کا پایا جانا۔ کیا یہ ان علماء کرام کی سعی اور جدوجہد کا نتیجہ نہیں ہے۔ آج کل کے دور میں دیکھ لیجئے۔ علماء کلام دین کی اشاعت اور حفظ و بقا کی فکر کر رہے ہیں۔ مابعد حکومت پسند طیفہ مدت مدید سے عہدوں اور کرسیوں کے حصول میں دست بگیاں ہو رہا ہے۔ جنہیں ایک اسلام دوست۔ بہادر۔ خوددار کہندہ مشق ایڈیٹر نوائے پاکستان مولانا مرتضیٰ احمد خاں صاحب اپنے ایڈیٹر میل میں طعناں دیتا ہے۔

## اپنے گریباں میں مونہہ ڈال کر دیکھو

اے دیندار سیاست دانو۔ آپ اپنی ذاتی غرض دنیاوی مفاد۔ اور فانی عزتوں کے حاصل کرنے کے لیے لڑتے ہیں۔ علماء کرام مفاد دنیا کے لیے نہیں لڑتے ہاں جب اسلام کا بلاء ہے کہ کوئی گمراہ کن جماعت اٹھتی ہے۔ جس کی تحریکات اور اعمال سے اسلام محمدی پر زد پڑتی ہو۔ تو اس وقت علمائے کرام اس خط کا۔ جماعت سے واقعی لڑائی لڑتے ہیں۔ تاکہ خدا کا ترکان زندہ رہے۔ اور اس کا دینی مطلب محفوظ رہے جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے اور قرآن مجید پر عمل اسی طریقہ پر کیا جائے جس طرح رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کر کے دکھایا ہے۔ جسے سنت رسول کے نام سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ اگر علماء کرام ایسے باطل پرستوں کے مقابلہ میں نہ آتے جو اسلام کو اسلام کے نام سے مٹانا چاہتے تھے تو اسلام محمدی کبھی کا دنیا سے رخصت ہو گیا ہوتا۔

## دعاء

اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ ایسے حق پرست علماء کی سعی اور کوشش کو قبول فرمائے۔ اور انشاء اللہ قلعے انھیں کی برکت سے اسلام جو دھویں صدی میں سے ہندو دھویں صدی میں جائے گا۔

## صوفیائے عظام

علمائے کرام کے بعد اسلام محمدی کی دوسری محافظ جماعت صوفیائے عظام کی ہے۔ علماء کرام تو قرآن مجید اور حدیث شریف کا مطلب سمجھاتے ہیں۔ مگر بے حجب سمجھ جانے کے پھر بھی عملی کمزوریاں سمجھنے والوں میں باقی رہتی ہیں۔ ان عملی کمزوریوں کی اصلاح صوفیائے عظام کی صحبت میں بیٹھنے سے ہوتی ہے۔ بشرطیکہ ان کے حضور میں عقیدت سے بیٹھے۔ ادب کرے۔ اور جو خرابیاں۔ اس پر پورے طور سے عمل کرے۔

## ایک مثال

ایک تو رنگ ہے۔ دوسرا رنگ فروش ہے۔ قیصر رنگ ساز ہے۔ رنگ فروش سے رنگ لاتے ہیں۔ اور



گودی پر رنگ ساز سے رنگ چڑھواتے ہیں بالکل اسی طرح دین کا نقشہ ہے۔ قرآن مجید ایک عجیب رنگ ہے۔ جو روح محفوظ سے آیا ہے۔ جو اس رنگ سے رنگا جائے۔ اس کی دنیا کی زندگی بھی خوشگوار اور آخرت میں بھی کامیاب ہوگا۔ بہر حال قرآن مجید ایک رنگ ہے اور رنگ فروش علماء کرام ہیں۔ ان کی صحبت سے یہ رنگ ملتا ہے۔ اور رنگ ساز صوفیائے عظام ہیں۔ ان کے حضور میں مدت مدید تک رہنے سے قرآن مجید کا رنگ ایک نیک نیت خدا کی رضا کے طالب انسان پر چڑھ جاتا ہے۔

### تصوف تزکیہ ہی کا نام ہے

تزکیہ کا لفظ قرآن مجید میں آیا ہے۔ چنانچہ سورۃ جمعہ کی جس آیت کا حوالہ میں نے اس خطبہ کے ابتدا میں دیا ہے۔ اس میں تزکیہ ہی کا لفظ تھا۔ اسی تزکیہ کو آج کل تصوف کے نام سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

### دعاء

اللہ تعالیٰ صوفیائے کرام کے اس مقدس گردہ سچے خادم اسلام کو قیامت تک زندہ رکھے۔ اور سب مسلمانوں کو ان کے فیض سے فیضیاب ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین یا اللہ العالمین

### بقیہ زندگی

نہ صرف ان دونوں اسلامی ممالک بلکہ تمام دنیا سے اسلام کا فرض ہے کہ زیادتی کرنے والے ملک کو زبردستی منوانے کی کوشش کریں۔

ہماری رائے میں تو یہ جھگڑا پیدا ہی نہ ہوتا اگر دونوں ممالک کے حکمران اور عوام سچے مسلمان ہوتے۔ سچے مسلمان کی ایک صفت یہ بھی ہے کہ وہ اشیاء کا پتلا ہوگا۔ اور خود غرضی سے اس کو نفرت ہوگی۔ دنیا میں تمام جھگڑوں کی بنیاد اشیاء کا فقدان اور ذاتی اغراض کا غلبہ ہے اس جھگڑے میں بھی یہی چیز نظر آتی ہے۔ ہماری دلی تمنا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان دونوں اسلامی ممالک کو سچی اسلامی روح اپنے اندر پیدا کرنے اور اس قسم کے جھگڑوں سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے۔ ع

ابن دعا ازمن واز جملہ جہاں میں باور!

کہانی ہے تو اتنی ہے فریب خواب سستی کی کہ آنکھیں بند ہوں اور آدمی افسانہ ہو جائے

### بقیہ زندگی بدی (مٹے آگے)

ہو سکتے ہیں۔ مگر جب اپنے حدود سے آگے بڑھ کر سفلی جذبات کو بھر جانے کا وسیلہ بن جاتے ہیں تو ان سے روکنا ضروری ہو جاتا ہے۔ یہ خیال قوت ارادی پر قابو رکھنے والے سمجھدار لوگ اس اقتدار سے مستفنا ہونے چاہئیں۔ اس لیے درست نہیں ہو سکتا کہ ناواقف لوگ تو اپنے نفس کے خواہشات کی تکمیل کے لیے اپنی بڑے لوگوں کے اعمال کو اپنے لیے نمونہ سمجھتے اور حجاز حاصل کرتے ہیں۔ دیکھ لیجئے کہ مخاطب بزرگوں نے مجلس نصرت کو صرف اپنے لیے ایجاد کر کے کیسی کسی سخت سے سخت پابندیاں عائد کی ہیں۔ مگر آج اس کا کیا حشر ہو رہا ہے۔ ہر شیطان تھوڑی دیر کے لیے فرشتہ بن جاتا ہے۔ اس سے بڑھ کر ابلیس اور کیا ہو سکتی ہے کہ جلالت میں تسبیح و تقدیس کا جھستہ نظر آئے۔ اور علوت میں وہ سب کچھ کرے جس پر خود اس کا ایمان آسوتا ہے۔

(۸) پتھر کی مورت کو کوکر لگانا۔ قبر پر منزل ملنا۔ علم پر کتاب چھڑکنا۔ تقویٰ پر پھول چڑھانا۔

دیگر دیو وغیرہ فی نفسہ نکی یا بدی نہیں ہیں۔ یہ کام ہو سکتا ہے کہ کسی اچھے تصور کے سمت رائج کئے گئے ہوں۔ مگر ظاہر ہے کہ انسانوں کے مقرر کردہ سب طریقوں کا انجام خراب ہی ہوتا کرتا ہے۔ عوام الناس ان ذرائع کو بالذات نکی سمجھ کر مطمئن ہو جاتے ہیں کہ کچھ نیک کام تو کر لیے ہیں۔ اور دوسرے واقعہ نیک کاموں سے مجرا نہ چشم پوشی کر لیتے ہیں۔ نہیں بلکہ ان مفروضہ نیکیوں کو اپنے جرائم کا بدل بھی منظور کر لیتے ہیں نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ امت کی بہت بڑی اکثریت فرائض مذہبی سے بے پروا ہو کر مذہب ہی کے مقدس نام پر اپنے مفروضات کے لیے ایسی لذت پیدا کر لیتی ہے۔ کہ فساد و غریزی کے اکھاڑے بن جاتے ہیں۔ اب کون سمجھائے کہ فساد و فتنہ بدی ہے۔ اس سے بچو۔ مذکورہ بالا چند امور کے راز ہائے سرسبز کو اس لئے کھولا گیا ہے۔ کہ انہیں اصول پر تمام مسائل جات کو جانچنا چاہئے کہ نکی اصالت کیا ہے۔ جس کے پرچار کرنا ہے اور بدی اصالت کیا ہے جس کو بہر حال چھوڑنا ہے۔ اور درمیانی کام کیا ہیں۔ کہ انہیں وقتی اور رخصتی اعمال مان کر چشم پوشی کیا کریں اس سے فتنہ فساد کے سارے دروازے بند ہو جائیں گے۔

اللہ پاک نے انسان کو اچھا جسم اور اچھا علم عطا فرمایا ہے۔ مگر اس میں سب برابر نہیں ہیں۔ مثلاً ممتوڑے فرق کے ساتھ اس کے ہزار ہا درجے قائم ہو سکتے ہیں۔ ہم باریکیوں میں اچھے پھیر اس کی دو

موٹی موٹی قسمیں قرار دے سکتے ہیں۔ ایک صاحبان جسم اور دوسرے صاحبان علم، قرآن نے حضرت طاوت کی نصیحت اس طرح بتلائی ہے کہ انہیں علم و جسم دونوں میں کشادگی بخشی گئی تھی اور حضرت آدم کی نصیحت اسامہ یعنی حقائق اشیا کی معرفت سے ظاہر فرمائی گئی ہے اور حضرت ذوالقرنین کو جب جہانی طاقت کی ضرورت ہوئی تو انہوں نے قوم سے قوت اور بہت کامطالبہ کیا اور اس سے سید سکندی قائم کر دی وغیرہ۔ پس آج بھی ان گذشتہ واقعات سے سبق لے کر صاحبان خود و فکر کا کام یہ ہے کہ وہ حقائق کی تحقیق و تلاش میں ناک جائیں۔ کہ وہ ان کے مقام و منصب کے فرائض میں اس سے بچنے کاموں کی طرف کوئی توجہ نہ دیں کہ یہ ان کے شایان شان نہیں۔ اس طرح صاحبان کا جسم کا کام صرف یہ ہے کہ وہ ضروریات زندگی کی تکمیل میں ہمد تن مصروف رہیں۔ اچھی غذا پیدا کریں۔ اچھا لباس فراہم کریں۔ صحت و صفائی کا لحاظ رہے۔ اور بروقت محبت و غلوں کے ساتھ ہمدردی و بھائی چارہ پیش نظر رہے کہ یہ ان کا صحیح مقام ہے۔ ان دو گروہوں کے درمیان ایک ایسا گردہ بھی ہوتا ہے جو نہ محنت کے درمیان میں پیدا کرتا ہے۔ اور اور نہ اسب فہم کی سوادہ کرتا ہے۔ مگر اپنے کو اپنی سطح سے اونچا سمجھ کر اپنی ذاتی مفاد کے مد نظر دونوں طرف ہاتھ مارتا ہے۔ اور دونوں بہترین گروہوں کو اپنے اپنے مقامات سے ہٹا کر باہم متصادم کر دیتا ہے جس سے کار جہاں خراب ہو جاتا ہے۔ صاحبان فہم کا سب سے اہم فریضہ یہ ہے۔ کہ نہ یہ خود کسی سے انھیں اور نہ کسی کو بھینے دیں۔ ہمیشہ صلح و مصالحت پیش نظر رہے کہ اس کو عمل صلح کہتے ہیں۔ نظریاتی دوطرفہ انسان کی فطری اور ضروری چیز ہے۔ اس میں سب یکساں ہو نہیں سکتے۔ اس میں کامیابی کا راز محض صحت و رشک ہے وہ کسی طرح نہیں۔ پس اگر مذکورہ بالا طریقہ پر لوگ کار بند ہوں تو کیا عجب ہے کہ بگڑی بن جائے۔ میری دلی تمنا ہے۔ کہ صاحبان فکر اپنے بڑے حوصلہ کے ساتھ سر جوڑ کر شیرازہ بندی کی طرف متوجہ ہوں۔ فروعات کو پیچھے ڈال کر اصولوں کو آگے بڑھائیں اور نام نہاد زندگی کو حقیقی زندگی سے سحر سحر کر دیں۔ آنے والی نسل کے لیے نمونہ چھوڑ جائیں۔ خدا سے دعا کریں کہ ایسا وقت جلد آئے۔

### راولپنڈی میں

حفظ منہ منہ خدم الدین لاہور ہر جمعہ کو حافظ مشتاق احمد کتب خانہ مشتاقہ گلی نمبر ۱۹ موہن پورہ راولپنڈی سے خرید فرمائیں۔



# پنجوں کا حصہ

مرتبہ: ع-م-چوہان

## اذان و اقامت

پنجوا ہمارے پیغمبر حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم ہے کہ فرض نماز جماعت سے پڑھا کرو۔ اس لیے نمازیوں کو جمع کرنے کے لیے پانچ وقت ہی مسجد میں اذان کہی جاتی ہے۔ اذان کہنے والے کو مؤذن کہتے ہیں۔ مؤذن کو چاہئے کہ مسجد میں کسی ادنیٰ جگہ قبلہ رو کھڑا ہو کر اپنی دونوں شہداء کی انگلیاں کانوں میں رکھے اور بلند آواز سے کہے۔

اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ  
اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلَهَ اِلَّا اللّٰهُ - اَشْهَدُ  
اَنْ لَا اِلَهَ اِلَّا اللّٰهُ - پھر دوبارہ کہے۔  
اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ  
اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ  
اس کے بعد دائیں طرف منہ کر کے حَتّٰی  
عَلَى الصَّلَاةِ حَتّٰی عَلَى الصَّلَاةِ  
پھر بائیں طرف کے حَتّٰی عَلَى الصَّلَاةِ  
حَتّٰی عَلَى الصَّلَاةِ۔ اس کے بعد قبلہ کی طرف  
منہ کر کے کہے۔ اَللّٰهُ اَكْبَرُ۔ اَللّٰهُ اَكْبَرُ  
لَا اِلَهَ اِلَّا اللّٰهُ

صبح کی اذان میں حَتّٰی عَلَى الصَّلَاةِ  
کے بعد الصَّلَاةِ خَيْرٌ مِنَ النَّوْمِ  
دفعہ کہے۔

پنجوا جب اذان کہی جائے تو تم  
سب کام کا ج چھوڑ دو۔ اور اذان کے  
الفاظ غور سے سنو۔ اور جو الفاظ مؤذن  
کہتا جائے تم بھی وہی الفاظ آہستہ سے  
کہتے جاؤ۔ مگر جب مؤذن حَتّٰی عَلَى الصَّلَاةِ

اور حَتّٰی عَلَى الصَّلَاةِ کہے تو تم لَا حَوْلَ وَ  
لَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ کہو۔ اور اذان کے  
بعد یہ دعا پڑھو۔

اَللّٰهُمَّ رَبِّ هَذِهِ الدَّعْوَةِ  
التَّامَّةِ وَالصَّلَاةِ الْقَائِمَةِ اِنِّ  
مُحَمَّدٌ اِنِّ الْوَسِيْلَةَ وَالْفَضِيْلَةَ وَالذَّرَجَةَ  
الرَّوْفِيَّةَ وَالْعَبْدَةَ مُقَامًا مَّحْمُوْدًا اِنِّ الَّذِي  
وَعَدْتَ اَنْتَ اِنَّكَ لَا تَخْلِفُ الْمِيْعَادَ  
پنجوا یہ ایک قسم کا ہفتہ وار سبق ہے  
جو ہر اشاعت میں نہیں پڑھایا جاتا ہے  
اسے یاد کرنا تم پر فرض ہے۔ اب ہمیں  
چاہئے کہ اذان یاد کرو۔ اور اپنے گھر  
میں کسی بزرگ کو سناؤ۔

ایک ہفتہ تک یہی سبق ہوگا۔ جسے ہمیں  
اپنے بند گوں کو سنانا ہے۔ جو بچے سبق  
یاد کر کے سنائیں انہیں چاہئے کہ وہ دفتر  
ہفت روزہ خدام الدین لاہور میں بھی  
اطلاع دیں۔ تاکہ ہمیں پتہ چلے کہ کتنے  
بچے ہمارے لکھے ہوئے سبقوں کو یاد کر  
رہے ہیں۔

فرض نماز کے لئے کھڑے ہوتے  
وقت مؤذن یا اس کی اجازت سے کوئی  
شخص اقامت کہتا ہے۔ اقامت کے وہی  
الفاظ ہیں جو اذان کے ہیں مگر حَتّٰی عَلَى الصَّلَاةِ  
کے بعد قَدْ قَامَتِ الصَّلَاةُ دو مرتبہ  
کہا جاتا ہے۔ امید ہے تم ہر اذان کے  
بعد اقامت بھی کہو گے۔ تاکہ اگر کوئی غلطی  
ہو تو تمہارا بزرگ اس کی تصحیح کر دیں۔

## نماز کی فرضیت

پنجوا ارکان دین پانچ ہیں:-  
(۱) ایمان۔ (۲) نماز (۳) روزہ (۴) زکوٰۃ  
(۵) حج۔ پہلے رکن ایمان کا بیان تو تم  
پڑھ چکے ہو۔ اب دوسرے رکن نماز  
کا بیان دل لگا کر پڑھو۔ اللہ تعالیٰ نے نماز  
ہر ایک مسلمان عاقل و بالغ مرد و عورت  
پر فرض کی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ  
وسلّم کا حکم ہے کہ سات برس کے بچے  
کو نماز پڑھنے کی تاکید کرو۔ اور جب وہ  
دس برس کا ہو جائے اور نماز نہ پڑھے تو  
مادر کہ اس کو نماز پڑھاؤ۔

حدیث شریف میں ہے کہ نماز دین کا  
ستون ہے۔ جس نے نماز کو قائم رکھا اس  
نے دین کو قائم رکھا اور جس نے نماز کو ترک  
کیا۔ اس نے زمین کو چھوڑ دیا۔

## نماز کے فائدے

(۱) نماز میں پانچوں وقت خدا کے دربار  
کی حاضری اور اس کی یاد میں ستراتی ہے  
(۲) نماز ہر طرح کی بے حیائی اور برائی  
سے بچاتی ہے۔

(۳) دل زبان اور دوسرے اعضاء کو  
اللہ تعالیٰ کے عظمت و جلال کے سامنے  
بادب رکھنے سے روحانی نورانیت حاصل  
ہوتی ہے۔

(۴) جسم پانچ وقت کی نماز پڑھنے سے  
پابندی اوقات کا سبق حاصل کرتا ہے۔  
(۵) جسم لباس اور مکان کو نجاست سے  
پاک صاف رکھنے کی وجہ سے صحت اچھی  
رہتی ہے۔

(۶) جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے سے ایک مسلمان  
کو دوسرے مسلمان سے ملنے اور ایک دوسرے  
کے حالات و خیالات جاننے کا موقع ملتا ہے۔  
جس سے اتحاد و اتفاق پیدا ہوتا ہے۔

(۷) نماز میں امید و غریب کھدے سے گدھا لگائے  
کھڑے ہوتے ہیں۔ اس سے مساوات کا سبق ملتا ہے۔



تَبْلِغِ دِینِ اَشَاعَتِ اِسْلامِ کا

بِمِثَالِ اِدارۃ

# انجمن خدام الدین

انڈین مشین انوار پرائیویٹ لٹریچر

زیر سرپرستی شیخ التفسیر حضرت مولینا احمد علی صاحب مدظلہ العالی

مندرجہ ذیل شعبہ جات کا کام بفصلہ تعالیٰ سرانجام دے رہا ہے

- ۔ مدرستہ البیات :۔ موجودہ مغربیت زدہ دور میں لڑکیوں کو دینی تعلیم دیکر اسلامی معاشرہ سکھاتا ہے
- ۔ شعبہ نشر و اشاعت :۔ مختلف مسائل پر لاکھوں پمفلٹ مفت تقسیم کر چکا ہے۔
- ۔ دار الحفاظ میں :۔ ا۔ تجوید کے ساتھ قرآن کریم پڑھایا جاتا ہے۔ ب۔ بچوں کو قرآن کریم حفظ بھی کرایا جاتا ہے۔
- ۔ مدرسہ قاسم العلوم :۔ ہر سال علماء کی ایک جماعت بطریق قرآن کریم کا دورہ کر کے متنبہ ہوتی ہے (ب) طلباء کی ایک مستقل جماعت دینی تعلیم حاصل کر رہی ہے جسکے طعام قیام کی ذمہ داری خود کفیل ہے
- ۔ ہفت روزہ خدام الدین :۔ کا اجراء اشاعت دین اور تبلیغ اسلام کی طرف ایک اہم قدم ہے۔